بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

(القرآن)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۳

ماہنامہ

معارف اسلام

زیر نگرانی

(باعزاز)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

چندہ سالانہ للعہ | لاہور | قیمت فی پرچہ ۸؍

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی:- غیاث الدین

جلد ۳	ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق اپریل ۱۹۵۷ء	شمارہ ۱

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	گفتنی ہا (از ادارہ):	
	ہمارا ماضی۔ حال اور مستقبل	۲
	ہمارا نصب العین اور اتحاد بین المسلمین	۳
	مصنوعی طریقہ تولید اور طلاق	۸
	غصبی زمین اور تعمیر مساجد	۱۰
	کیا فقہ بدل ڈالی جائے؟	۱۱
۲	امیر المومنین کی زبانی:	
	توحید و تمجید باری تعالیٰ عز اسمہ	۱۲
۳	اخلاقیات (از سید امداد حسین کاظمی):	
	گناہوں سے اجتناب	۱۴
۴	خصائص اسلام (از علامہ مرزا احمد علی):	
	روزہ	۱۷
۵	فضائل قرآن (از سید امداد حسین کاظمی):	
	اعجاز قرآن	۲۱
۶	تحقیقات (از سید علی احمد شاہ، سابق صدر حکومت آزاد کشمیر):	
	باب مدینۂ علم و حکمت کے فضائل علوم	۳۱
۷	مقالہ (از شیخ غیاث الدین مدیر ادارہ):	
	اقبال کے عقائد اسلامی	۳۷
۸	ضروری اطلاعات و اعلانات:	۴۰
۹	عہد ناموں کی تعلیمات (پہلی قسط):	
	(از سید نذر حسن گوپالپوری)	آ تا ۸
۱۰	جمہوریت اور امامت (پہلی قسط):	
	(از شیخ غیاث الدین مدیر ادارہ)	آ تا ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

ہمارا ماضی حال اور مستقبل

الحمد للہ واحسانہ کہ آپ کے محبوب ماہنامہ "معارف اسلام" نے خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنی عمر کے تیسرے سال میں قدم رکھا ہے۔ گذشتہ دو سال میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم رہا ہے کہ باوجود کثیر تعداد میں چھپنے کے سوائے دفتر کے ریکارڈ کی ایک کاپی کے اس کا کوئی نسخہ فالتو نہیں رہ جاتا تھا۔ لیکن مانگ برابر جاری رہی۔ شروع میں اس کے صرف آٹھ صفحات رہے۔ پھر سولہ کر دیے گئے۔ بعد ازاں بیس اور چوبیس شائع ہوتے رہے۔ مضامین معیاری ہوتے تھے جو قارئین عظام سے خراج تحسین حاصل کیے بغیر نہ رہتے تھے۔ اگر ہمیں خودستائی کا خوف نہ ہوتا۔ تو اس سلسلہ میں جو احباب کے تعریفی خطوط کا انبار آتا رہا ہے۔ ان سب کو فرداً فرداً شائع کرتے لیکن ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے۔ کیونکہ ؂ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ یہ اس کے مضامین کی دلآویزی اور مقبولیت ہی کا اثر اور احباب کا پیہم اصرار اور تقاضا ہی تھا کہ ہمیں اس تیسرے سال میں اس کا حجم بمع ٹائیٹل پیج ۷۲ صفحات کرنا پڑا کیونکہ ہمارے پاس متعدد تجاویز اور درخواستیں اس امر کی آرہی تھیں۔ کہ قارئین کرام تشنہ رہ جاتے ہیں۔ اور ان کی دلی خواہش ہے کہ اس ماہنامہ کے صفحات کم از کم اتنے ہوں کہ تمام مہینہ پڑھتے رہنے کے باوجود مضامین ختم نہ ہوں تا اینکہ دوسرے ماہ کا معارف اسلام ان کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ کیونکہ "معارف اسلام" تجارتی نقطۂ نگاہ سے شائع نہیں کیا جا رہا تھا۔ اور ہماری اصل لاگت کاغذ۔ لکھائی۔ چھپوائی۔ ڈاک خرچ وغیرہ وغیرہ کم از کم دو روپیہ ماہوار آتی تھی۔ ہم اپنے ناظرین سے صرف عہ/ ایک روپیہ ماہوار لیتے تھے۔ اور باقی رقم ادارہ خود ممبران کے فنڈ سے برداشت کرتا تھا۔ اس وقت اس کا حجم بڑھا دینے سے لاگت تقریباً چھ روپیہ آتی ہے لیکن ہم نے سردست اس کا سالانہ چندہ صرف چار روپے مقرر کیا ہے۔ اکثر احباب نے اپنی تجاویز کے ساتھ ساتھ ہمیں پانچ پانچ اور چار چار روپیہ چندہ بھی پیشگی روانہ فرما دیا ہے۔ جو چار روپیہ ماہوار کے حساب سے بصد شکریہ قبول کر لیا گیا ہے۔ اور فاضلہ رقم ان کے اگلے سال کے چندہ میں محسوب کر لی جائیگی۔ ان چار روپوں میں ماہنامہ کے علاوہ ایک یا دو کتابیں بھی سالانہ آپ کو مفت ملینگی۔ ہر شمارہ

میں ان کا ایک ایک جزو شائع ہوتا رہیگا۔ سال کے بعد ان اجزا کو یکجا کرنے سے ماہنامہ سے علاوہ ایک یا دو مفید کتب آپ کو پہنچ جائینگی۔ ہم اس سلسلہ میں اپنے احباب سے صرف یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں کم از کم دس دس خریدار بنا کر ان کا چندہ ادارہ کو بھجوا دیں۔ تاکہ ہم اس کی صوری اور معنوی شکل و صورت کو اس سے بھی بہتر بنا سکیں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ خداوند تعالیٰ ہمارے ان نیک عزائم میں برکت بخشے۔ آمین۔

ہمارا نصب العین اور "اتحاد بین المسلمین"

"معارف اسلام" شروع کرتے وقت ہم نے اپنی پالیسی کا اعلان جن واشگاف الفاظ میں کیا تھا۔ اسے ہمارے معزز ناظرین بھولے نہ ہونگے ہم نے کہا تھا کہ "معارف اسلام" صلح کل پالیسی پر سختی سے کاربند رہیگا اور اس میں اشارتاً یا کنایتاً بھی کوئی ایسا مضمون شائع نہ کیا جائیگا۔ جو اسلام کے کسی فرقہ کے معتقدات اور مسلمات کے خلاف ہو۔ یا جس کے کسی لفظ یا حرف سے صراحتاً یا کنایتاً کسی فرقہ کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا احتمال ہو۔ بلکہ اس میں صرف وہ معیاری اور علمی مضامین شائع کئے جائینگے۔ جو مجموعی حیثیت سے عقاید اسلام کی تائید میں ہوں۔ معارف اسلام کی گذشتہ دو سالہ فائلیں اس بات کی گواہ ہیں۔ کہ ہم کس طرح اپنی اس پالیسی پر کاربند رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کیا شیعہ اور کیا سنی حضرات سب اس کے خریدار بنے کیونکہ محبت رسول و اہلبیت کے دونوں ہی شیدا ہیں جس نے اسے ایک نظر دیکھ لیا بس اسی کا ہو رہا۔ آج تک کسی گوشہ سے ہماری اس پالیسی کے خلاف کوئی شکایت کہیں سے نہیں آئی جو اس کی ہمہ گیر مقبولیت کا ایک بیّن اور واضح ثبوت ہے۔ اسلام میں صرف تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ ہی مرکز اتحاد قرار دی جا سکتی ہیں کیونکہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ ان سے انکاری نہیں۔ دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس پالیسی پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور اس کے خریداروں میں اضافہ فرمائے کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کم از کم پاکستان میں کوئی ایسا مسلمان نہ رہ جائے جو اس ماہنامہ کا خریدار نہ ہو یا جو اسے حرزِ جان نہ بنائے ہمیں اس بات کا اظہار کرتے ایک گونہ مسرت اور طمانیت قلبی ہوتی ہے کہ علاوہ شرق و غرب پاکستان کے اس رسالہ کے خریدار غیر ممالک مثل ایران۔ عراق۔ افریقہ۔ کویت اور انگلینڈ وغیرہ وغیرہ میں بھی کثرت سے ہیں۔ جو اس کی تعریف میں ہر وقت رطب اللسان رہتے ہیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی اشاعت میں ان سب احباب کے تعریفی خطوط شائع کر دئے جائینگے جن سے ہمارے ان دور افتادہ احباب کا تعارف اور ان کے جذبات قومی کا اظہار مقصود ہوگا نہ کہ اپنی خودستائی۔

مسلمانوں کی باہمی چپقلش کے نتائج

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو تباہ اور برباد کرنے والا

سب سے زیادہ وہ جذبہ تنفر کارفرما ہے۔ جو تنگ خیال اور کوتاہ نظر نام نہاد ملاؤں نے پھیلا رکھا ہے۔ ذرا غور کریں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اگر باہمی تنفر اور تکفیر کا حربہ اپنا کام کرتا رہے تو دنیا میں سوائے اسلام کے نام کے اور کیا باقی رہ جائیگا۔ اہلحدیث کے نزدیک اہلسنت حضرات کافر ہیں کیونکہ یہ ان کے خیال میں قبر پرست یا پیر پرست ہیں۔ اہلسنت کے نزدیک اہلحدیث حضرات بالاتفاق کافر ہیں کیونکہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے نہ صرف خلاف ہیں بلکہ اسے بڑے بھائی سے زیادہ عزت نہیں دیتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک معمولی بشر سمجھتے ہیں۔ نیز اپنی حکومت میں انہوں نے ان مقدسین کے مزارات گرادئے۔ شیعہ حضرات ان دونوں کے نزدیک کافر در رافضی ہیں۔ کیونکہ بقول ان کے یہ اصحاب رسول کو نہیں مانتے۔ اور یہ تعزیہ پرست بھی ہیں۔ اب فرمائیے۔ اسلام میں لے دے کر یہی دو یا تین بڑے فرقے ہیں۔ جو باہمی تکفیر کی وجہ سے سب کے سب انفرادی حیثیت سے کافر قرار پاچکے ہیں۔ پھر کہئے کہ اسلام کا وجود کہاں رہا؟ کیا بقول علامہ مشرقی ہم اسلام انگریزوں کی سربفلک کوٹھیوں میں تلاش کریں۔ اور حکومت الٰہیہ کا مصداق صرف انہی کو قرار دیں۔ کیونکہ اس وقت دنیا بھر کی طاقت سمٹ سمٹا کر ان کے ہاتھوں میں آگئی ہے اور اس وقت وہ تمام دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اتحاد

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی اہل علم ہمیں بتا سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں اسلام پھیلانے آئے تھے۔ یا جن کو مسلمان کر لیا تھا ان کو پھر کافر بنانے آئے تھے۔ کیا کوئی ایک مثال بھی ایسی دی جاسکتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مسلمان کو اس کی ادنیٰ سی لغزش سے کافر قرار دے دیا ہو۔ تاریخ کے سارے اوراق چھان جائیے احادیث کا ایک ایک حرف پڑھ جائیے۔ آپ کو کوئی ایک مثال بھی ایسی نہ ملیگی۔ بخلاف اس کے آپ کو قرآن مجید سے ایسے مضامین کی آیات مل جائینگی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہدایت فرمائی ہے کہ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ (آل عمران) کہدو اے میرے رسول کہ اے اہل کتاب آؤ جس بات میں ہم دونوں متفق ہیں یعنی ہمارا پروردگار ایک ہے۔ اس میں تو اکٹھے ہو جائیں۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی ربوبیت کے منکر ہیں۔ آؤ ہم سب مل کر ایک ہی سٹیج پر اکٹھے ہو کر انہیں اللہ اور رب منوالیں اس کے بعد اپنے اندرونی جھگڑوں کو اندر بیٹھ کر اطمینان سے نپٹا لینگے۔

کہئے۔ کیا یہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ وغیرہ مشرکین اور کفار نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ انہیں بھی الگ کیا جائے۔ بلکہ مصلحت وقت بھی دیکھی۔ کہ جس عقیدے میں وہ اسلام کے ہمنوا ہیں

یعنی وجود باری تعالیٰ کے قائل ہوتے ہیں۔ اس میں ان کے ساتھ مل کر منکرین کو خدا کا وجود منوالیں۔ کیا یہی ایک حکم ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی نہیں ہے۔ کہ ہم ایک خدا کے ماننے والے۔ ایک توحید کے پرستار۔ ایک رسولؐ کی امت۔ ایک قرآن کے تابعدار۔ ایک قیامت پر ایمان رکھنے والے۔ ایک اسلام کے حامی ہو کر بھی محض اس لئے ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں کہ وہ ہم سے کسی بات میں مختلف عقیدہ رکھتے ہیں۔ ....

.... کاش کہ ہم دیکھیں۔ کہ ہم اپنی اس حرکتِ مذبوحی سے کس قعرِ ذلت میں گر رہے ہیں اور قوم کو کہاں تک تباہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ نہ شیعہ کہلانا جرم ہے نہ سنی ہونا قابلِ گردن زدنی۔ جبکہ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایمان رکھنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری تاجدارِ نبوت سمجھنا۔ قرآن مجید کو آخری الہامی کتاب ماننا ہم سب میں مشترک ہے۔ پھر وجۂ تکفیر کیا؟ یہی نا کہ باہمی تعصب اور ہٹ دھرمی بلکہ عاقبت نا اندیشی۔ یاد رکھئے کہ فتویٰ تکفیر کی مشین ملاؤں سے اس وقت چلوائی گئی تھی جبکہ انگریزوں کی حکومت تھی۔ اور وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے فرقوں کو ہر قیمت پر متحد ہونے سے بچایا جائے اور ان کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کر کے ان پر قابو پالیا جائے۔ اور ان پر اطمینان سے حکومت کی جائے کیونکہ اگر مسلمان آپس میں متحد رہتے۔ تو انگریز کا قدم کبھی یہاں نہ ٹھہر سکتا۔ اور وہ مدت سے یہاں سے کوچ کر چکے ہوتے۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی عنایات سے پاکستان ایسا اسلامی ملک بن چکا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سب لوگ تنگ خیالی چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا مسلمان بھائی سمجھیں۔ اور باہمی اتحاد و یگانگت کا ثبوت دیتے ہوئے استحکام اور استقلال پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ یاد رکھیں کہ آپ کی متفقہ اسلامی اخوت ہی پاکستان کو قائم رکھ سکتی ہے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں۔ جبکہ آپ کی باہمی پھوٹ اور تکفیر آپ کو اس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیگی۔ کہ آپ کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیگا۔ کاش کہ آپ لوگ اب بھی آنکھیں کھولیں اور آج سے عہد کر لیں کہ ہم ہر مسلمان کلمہ گو کو قطع نظر اس سے کہ وہ سنی کہلاتا ہے یا شیعہ۔ اپنا اسلامی بھائی سمجھیں گے۔ اور اسکے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہا دینگے۔ اگر یہ جذبہ جو خالص اسلامی اور دینی ہے آپ میں کارفرما ہو گیا۔ تو یقین جانئے کہ وہ دن دور نہیں۔ جبکہ آپ تمام دنیا پر چھا جائینگے۔ اور حقائق سے دور دنیا کو اسلام کا بھولا ہوا سبق یاد دلا کر انہیں تاجدارِ نبوت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع کر دینگے۔

اتحاد باہمی کی برکتیں

اتحاد اسلامی اور وحدت قومی کا یہ وہ سبق ہے جو مدینہ کا کالی کملی والا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو بلند آواز سے سنا گیا۔ نہ صرف سنا گیا۔ بلکہ صحابہ کرام میں باہمی عقد مواخاۃ باندھ کر سب کو ایک دوسرے کا بھائی بنا گیا۔ قرآن کہتا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

(پ آل عمران ع) یعنی تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ گویا تعلیم دی گئی ہے۔ اتفاق اور اتحاد باہمی کی۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اتفاق ایک عجیب شے ہے۔ غور کریں انسان کس شے سے بنا ہے۔ اور کن کن چیزوں سے ترکیب دیا گیا ہے کہ دیکھئے کہ اربعہ عناصر سے انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ اس کا وجود چار عنصروں سے تیار کیا گیا ہے یعنی آگ۔ مٹی۔ پانی ہوا۔ کون نہیں جانتا۔ کہ یہ چاروں عناصر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آگ ہو تو پانی کو بھاپ بنا کر اڑا دیتی ہے۔ پانی غالب ہو۔ تو آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ہوا مٹی کو اڑائے پھرتی ہے۔ ان کے مزاج بھی ایک جیسے نہیں۔ آگ میں انتہائی التہاب اور گرمی ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ پانی میں رطوبت ہے۔ مٹی میں یبوست ہے وغیرہ وغیرہ لیکن جب ان چاروں عناصر نے آپس میں اتفاق کیا۔ تو ایک ایسا حسین قالب تیار ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ خالق کون ومکان کو روح ایسی اعلیٰ وارفع شے پھونکے جانے کے قابل نظر آیا۔ ادھر نفخت فیہ من روحی کا ارشاد گرامی فرما کر اس مجموعہ ضدین میں روح پھونکی۔ ادھر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی خلعت سے مزین کر دیا۔ اور ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج اس کے سر پر رکھ کر اسے اشرف المخلوقات ہونے کا کمال بخشا جب سب مخلوق سے اشرف اور افضل ٹھیرا تو ہر شے اس سے پست قرار پائی نہ صرف پست بلکہ ہر شے کی خلقت کی غرض وغایت بھی انسان قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوا۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ کہ سب دنیا کی چیزیں انسان ہی کی خاطر پیدا کی گئیں۔ چنانچہ ہر شے پر اسے حکومت حاصل ہو گئی۔ اور یہ انسان جو اضداد کا مجموعہ ہے۔ ہر شے کا مرجع قرار پایا۔

پھر غور فرمائیں۔ جب تک عناصر الگ الگ تھے۔ ایک دوسرے کی ضد اور دشمن تھے لیکن جب سب نے اتفاق کر لیا۔ اور آپس میں متحد ہو گئے تو اس اتفاق واتحاد کا نتیجہ انسان کی تخلیق میں ظاہر ہوا۔ انسان بھی وہ مخلوق جو خدا کا شاہکار کہلائی۔ اسی طرح جس قوم نے اتفاق کیا۔ قدرت نے اسے عزت بخشی اور اس میں روح عمل ودیعت فرما کر اسے دنیا میں ممتاز کر دیا۔

دیکھئے۔ جب تک ان چاروں عناصر میں اتفاق واتحاد رہا۔ انسان دنیا میں بڑھتا۔ پھلتا اور پھولتا رہا۔ اور صدارت ارضی کا مصداق رہا۔ لیکن جب ان چاروں عناصر کا بگاڑ اور ایک دوسرے سے اختلاف ہوا یعنی ایک عنصر دوسرے عنصر کا مخالف ہوا۔ تو جھٹ موت آ دباتی ہے۔ گویا یہ نفاق اور ایک دوسرے کی مخالفت ہی موجب ہلاکت ہے پس لامحالہ جس قوم میں صورت اتفاق نہیں اس میں روح حیات نہیں وہ زندہ کہے جانے کے قابل نہیں۔ بلکہ وہ مردہ ہے ؎

چار طبع مخالف وسرکش　چند روزے بوند باہم خوش
چوں یکے زیں چہار شد غالب　جان شیریں برآید از قالب

یہ تو انسان کی تخلیق کا ذکر تھا۔ لیکن اتفاق و اتحاد کی برکتیں ارلبعہ عناصر تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ بے حس و حرکت اشیا میں بھی اگر اتفاق ہو جائے تو ان میں بھی حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ آیئے۔ اسے ایک حسی مثال سے ثابت کریں۔ آپ نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ اس کے پرزے جب تک ایک دوسرے سے الگ تھے۔ بالکل بے کار تھے۔ لیکن جب انہی دھات کے چند ہلکے پھلکے اور بے حقیقت پرزوں نے آپس میں اتفاق کر لیا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ سنبھالی اور اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے ان میں حس و حرکت پیدا کر دی۔ اب یہ بے کار اور بے حقیقت پرزوں کا مجموعہ نہ رہی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے حس و حرکت کے علاوہ اسے قوتِ گویائی بھی بخشی۔ اور یہ ٹِک ٹِک کرنے لگی۔ گویا اتفاق کی برکت سے ان پرزوں میں ایک روح ودیعت ہوئی۔ جس سے بولنے کے قابل ایک عمدہ شے تیار ہو گئی۔ اسی طرح دوسری مشینوں کو قیاس کر لیجیے۔

اور سنئے۔ زمین میں ایک چھوٹا سا دانہ بویا جاتا ہے۔ وہ خود تو تنہا تھا۔ لیکن جب اس نے خاک اور پانی سے میل جول پیدا کیا۔ تو اس اتفاق نے اسے زمین سے ابھارا۔ اتفاق نے اسے پستی سے بلندی پر پہنچایا۔ ہوا نے اس میں روح حیات پھونکی۔ آفتاب نے حرارت اور گرمی پہنچا کر اسے بڑھایا۔ تھوڑی مدت کے بعد وہ ایک شاندار درخت بن گیا۔ اب اس کا سایہ بھی ہے ثمر اور پھل بھی ہیں۔ کتنے نفوس اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اگر دانہ یہ صورت اختیار نہ کرتا۔ پانی۔ ہوا مٹی اور سورج (گرمی) سے اتفاق نہ کرتا۔ تو بس اکیلا ایک دانہ ہی دانہ رہ جاتا۔ اور وہ بھی چند یوم میں گل سڑ کر تباہ و برباد ہو جاتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

ز اتفاق مگس شہد مے شود پیدا   خدا چہ قدرت شیریں در اتفاق نہاد

اتحاد اور ارشاد قرآنی

کیا مسلمان قرآن مجید کا یہ ارشاد بھول گئے۔ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (پ ۱۰ توبہ ع) یعنی پس اگر یہ کافر توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں۔ غور فرمائیں کافر تھا۔ گردن زدنی تھا۔ حربی تھا۔ اس کا قتل واجب تھا۔ لیکن اس نے توبہ کی نماز پڑھی اور زکوٰۃ دی۔ تو نہ صرف مسلمان ہو گیا۔ بلکہ سب مسلمانوں کا دینی بھائی بن گیا۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ پیدائشی بلکہ خاندانی مسلمان ہو۔ کلمہ پڑھے۔ نماز ادا کرے۔ زکوٰۃ دے۔ جملہ اعمال صالحہ بجا لائے لیکن ایک دوسرے کے نزدیک پھر بھی کافر کیوں؟ اس لئے کہ ہم قرآن مجید کی تعلیم سے غافل ہو گئے ہیں ہم نے اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس کے احکام کی ہمیں پرواہ نہیں رہی ہم اس کی آیات کا مفہوم اپنے مطلب کے مطابق ڈھالتے ہیں اور یہی مطلب ہے قرآن مجید کی اس آیت کا جس میں ذکر ہے کہ قیامت کے روز آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درگاہ رب العزت میں شکایت فرمائینگے۔ قال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مہجورا
(پ۱۹ فرقان ع۳) کہ اے میرے پروردگار میری یہ قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ گئی۔ استغفر اللہ
آیت بالا پر ذرا پھر غور فرمائیں۔ کافر تھا۔ توبہ کی۔ نماز پڑھی مسلمانوں کا دینی بھائی بن گیا محض توبہ کرکے نماز ادا کرنے سے ہی دینی بھائی بن گیا۔ یہ سوال نہیں اٹھایا گیا۔ کہ اس نمازی نے رفع یدین کیا تھا۔ یا تسمیہ بالجہر۔ تشہد پڑھتے وقت انگلی اٹھائی تھی یا نہیں۔ اور آمین بلند آواز سے کہی تھی۔ یا سرے سے کہی ہی نہ تھی۔ نیز اس نمازی نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی تھی یا باندھ کر۔ اور اگر ہاتھ باندھے تھے۔ تو ہمہ قسم کے نمازیوں میں سے کس کی طرح باندھے تھے۔ زیر ناف یا بالائے ناف وغیرہ وغیرہ۔ پھر اس نے اپنی نماز کا افتتاح اور آغاز وجہت وجھی للذی فطر السموٰت والارض... الخ سے کیا تھا یا سبحانک اللھم وبحمدک سے۔ قرآن ان تفصیلات کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد صرف نماز پڑھنے سے وہ سب مسلمانوں کا دینی بھائی بن گیا۔ اس کی جان آبرو عزت سب محفوظ ہو گئے اور مسلمانوں پر اس کی امداد کرنا واجب ہو گیا۔ لیکن یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ کوئی نماز پڑھے تو ہم اس کی ہر ایک حرکت کو ایک نظر دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے ہاتھ کھولے یا باندھے۔ اگر باندھے۔ تو کہاں باندھے آمین کہی یا نہیں؟ رفع یدین کیا یا نہیں؟ وضو میں اس نے پاؤں دھوئے یا مسح کیا؟ اگر اس کا کوئی فعل بھی دیکھنے والے کے عقیدہ کے خلاف ہوا۔ تو بس کافر قرار دے دیا گیا۔ سبحان اللہ کہاں قرآن مجید کا حکم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تعلیم اور عمل اور کہاں ہمارا یہ فعل.... ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کیا انہیں اقوال اور اعمال کے برتے پر ہم دعوے کرتے ہیں کہ ہم ہی امت مسلمہ ہیں اور خداوند تعالیٰ کی برکات ارضی وسماوی کے حقدار۔ افسوس صد افسوس ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّا   کار امت تمام خواہد شد

مصنوعی طریقہ تولید اور طلاق

دنیا جوں جوں ترقی کرتی جائے گی۔ اور نئی نئی دریافتیں ہونگی۔ لوگ اسلام کے نزدیک آتے جائینگے۔ اسلام کے جن اصولوں کو وہ دقیانوسی اور بعید از فہم سمجھتے تھے۔ آج وہی ان کی مشعل راہ ثابت ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید نے جو اصول آج سے چودہ سو برس پیشتر بتایا تھا۔ دنیا پھر پھرا کر آخر اسے ہی اپنانے پر مجبور ہو گئی۔ اگر اس سے انحراف کیا۔ تو آج ایسے چوراہے پر کھڑی ہو گئی جہاں

سے اسے راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ اور وہ حیران ہے کہ اب کیا کرے۔ مثال کے طور پر سنیئے۔

اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا اور ارشاد ہوا لا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ ط وساء سبیلا ٥ (پ بنی اسرائیل ع) یعنی خبردار۔ زنا کے نزدیک نہ جاؤ۔ یقیناً وہ بے حیائی کی بات اور بری راہ ہے۔

زنا کیا ہے؟ اپنے خاوند یا بیوی کے علاوہ کسی غیر سے تعلق پیدا کرنا اور اس کی دو اغراض ہوا کرتی ہیں۔ اول حصول لذت جوانی یا تسکین جذبات شہوانی۔ دوم۔ خواہش اولاد۔ ان دونوں اغراض کا کسی غیر سے حصول خداوند عالم نے بے حیائی اور بری راہ کہہ کر حرام مطلق قرار دے دیا۔ اور صرف اصلی اور جائز طریقہ کو ہی صحیح قرار دیا لیکن واقعات عالم بتاتے ہیں۔ کہ مغربی اقوام نے جنہیں اس زمانہ کی روشن خیال اور مہذب اور متمدن اقوام کہا جاتا ہے۔ خاوند کے علاوہ نہ صرف غیروں سے جنسی تعلقات کو قائم و برقرار رکھنے کا رواج دیا۔ بلکہ حصول اولاد کیلئے نئے نئے سائنٹیفک طریقے بھی ایجاد کر ڈالے۔ مثلاً گذشتہ جنگ عظیم میں جب فوجی لوگ دور دراز محاذات پر لڑ رہے تھے۔ یورپ میں عورتوں کو اولاد کی خواہش نے "ٹیوب بے بی" (TUBE BABY) حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ایک ٹیوب ہوتی تھی جس کے ذریعہ رحم کے اندر کسی غیر مرد کا محفوظ کیا ہوا مادہ تولید انسانی" داخل کر دیا جاتا تھا۔ اس سے عورت حاملہ ہو کر ۹ ماہ کی میعاد کے بعد بچہ جنتی تھی چونکہ یہ بچہ بغیر جنسی ملاپ کے پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے اسے "ٹیوب بے بی" (TUBE BABY) یا "وار بے بی" (WAR BABY) کہتے تھے۔ مذہبی نقطہ نظر سے پادری صاحبان نے اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور اس قسم کے بچوں کی غیر فطری پیدائش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ اس کا رواج جنگ عظیم کے بعد کچھ عرصہ کیلئے رک گیا۔ لیکن جلد ہی یہ مصنوعی طریقہ تولید عورتوں میں پھر مقبول ہو گیا اور عورتیں دھڑا دھڑ اس قسم کے بچے جننے لگیں۔ لیکن سہ خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

چونکہ یہ فعل نہایت مذموم اور اسلامی اصول کے مطابق سخت ناپاک اور قابل نفرین و ملامت تھا۔ اور معاشرہ میں نقص امن پیدا کرنے کا سبب۔ اس لئے اس کے بداثرات بھی جلدی ہی ظاہر ہو گئے۔ چنانچہ لندن کی ایک خبر ہے جو اشاعت رینوز ایجنسی نے شائع کی ہے کہ یہ مسئلہ ماہرین قانون کے لئے آجکل درد سر بنا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک مصنوعی طریقہ تولید کی بنا پر دنیا بھر میں طلاق کے قوانین پر نظر ثانی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی کے ہاں مصنوعی طریقہ تولید کے ذریعہ بچے پیدا ہو جائے تو مغربی تہذیب کے مطابق اسے حرامکاری کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ سکاٹ لینڈ کے ہائی کورٹ کے جج لارڈ وہیٹلے نے ایک ایسے مقدمہ میں فیصلے کو محفوظ رکھنے کے بعد لارڈ ایڈووکیٹ کی رائے دریافت کی ہے۔

یہ سوال اس وقت پیدا ہوا جب گلاسگو کے ایک تاجر نے عدالت سے درخواست کی کہ اسے اپنی بیوی سے طلاق

دلائی جائے۔ جو ان دنوں نیویارک میں ہے۔ بیوی نے اپنے خاوند کو لکھا ہے کہ اس کے ہاں مصنوعی طریقہ تولید کے ذریعہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ درخواست دہندہ کے وکیل نے بتایا کہ مصنوعی طور پر حمل ٹھہرانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ بیوی خاوند کو حقوق زوجیت ادا نہیں کرتی۔ جج نے کہا کہ آسان طریقہ یہی ہوگا کہ درخواست دہندہ حقوق زوجیت کی عدم ادائیگی اور اس دوران میں ایک بچے کی ولادت ثابت کردے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کا پرانا مسئلہ کسی حد تک سائنس کی ترقی یا اس کے انحطاط کے باعث تبدیل تو نہیں ہوگیا۔ ہوسکتا ہے کہ حقوق زوجیت کی عدم ادائیگی کے سارے مسئلہ پر نظر ثانی کرنی پڑے۔ اور طلاق کے لئے نئے دلائل پیش کرنے پڑجائیں۔ جج نے کہا کہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ فریقین کے مابین خط و کتابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مابین مصنوعی طریقے سے بچہ حاصل کرنے کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

غصبی زمین اور تعمیر مساجد

اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ تحفظ حقوق ہے۔ اسلام نہیں چاہتا کہ کوئی شخص بزور یا بفریب کسی کی شے پر قابض ہوجائے۔ اسلام کے نزدیک یہ نہایت بڑا گناہ ہے۔ اور ایسا قبضہ کرنے والا غاصب کہلاتا ہے غصب کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی شے پر اس کے مالک کی مرضی کے بغیر تصرف کیا جائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی اجازت کے بغیر کسی کے پانی سے وضو کرلیا جائے۔ تو اسلام اسے بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ اگر کسی کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرلیا جائے۔ تو اس زمین پر نماز پڑھنا حرام ہے۔ اسلام نے اسے بدترین جرم قرار دیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی غصبی زمین پر کوئی میت دفن کردی جائے۔ اور اس زمین کا مالک کسی قیمت پر بھی راضی نہ ہوتا ہو۔ تو حکم ہے کہ میت کو قبر اکھاڑ کر نکال لیا جائے۔ اور کسی دوسری جگہ جہاں مالک اجازت دے دفن کردیا جائے لیکن پاکستان بن جانے کے بعد اسلام کے اس واضح اور صریحی قانون کی یوں بے حرمتی کی گئی کہ لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے ہندوؤں کی زمینوں پر دھڑا دھڑ مسجدیں بنانی شروع کردیں اور یہ نہ سمجھے کہ چونکہ ہندوؤں سے ان کی زمین پر مسجدیں بنانے کی اجازت نہیں لی گئی۔ اس لئے مسجد کا بنانا ازروئے اسلام جائز نہ ہوگا۔ حال ہی میں کراچی میں ایک اسی قسم کی ایک وکٹوریہ مسجد کے بنائے جانے اور گرائے جانے پر ہماری قومی اسمبلی میں سوال پیش ہوگیا۔ چنانچہ ایسوسی ایٹڈ پریس پاکستان نے ۲۰ فروری کو خبر دی ہے کہ ہمارے وزیر اعظم جناب حسین شہید سہروردی نے اس سلسلہ میں بعض ممبروں کے اعتراض کا جواب

دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ موجودہ حکومت شریعت اسلام سے اچھی طرح واقف ہے۔ اور اپنے فرائض کو اسلامی آئین کے مطابق ادا کرنے کی پوری اہلیت رکھتی ہے موجودہ حکومت مساجد کے تقدس اور حفاظت کو ہر حال میں مقدم خیال کرتی ہے۔ اور ہر حالت میں اس بات کا خیال رکھیگی اور اس سلسلہ میں ضروری قدم اٹھائیگی کہ کوئی مسجد توڑی نہ جائے اور نہ مداخلت کی جائے۔ لیکن یہ دیکھا جائے گا کہ جس جگہ مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ وہ حقیقت میں مسجد کی جگہ تھی اور وہ مسجد واقعۃً مسجد تھی۔

اس سلسلہ میں جناب سہروردی نے مزید فرمایا کہ دوسرے کی جگہ یا متروکہ زمین اور وہ بھی غیر مسلم کی جگہ پر مسجد تعمیر کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں تھا۔ جب تک کوئی شخص زمین خرید کر اس کو خدا کے نام پر وقف نہ کر دے اس وقت تک اس زمین پر مسجد تعمیر نہیں کی جا سکتی

جناب سہروردی نے فرمایا کہ میں یہ بات علماء کے فتویٰ کے مطابق کہہ رہا ہوں۔

الحق یعلوا ولا یعلیٰ۔ بلا شک و بلا ریب۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب حکومت پاکستان کا نظریہ بھی وہی ہے جو اسلام نے بیان فرمایا ہے اور جس پر علماء کے فتاویٰ موجود ہیں تو ان مساجد کی نسبت کیا فتویٰ دیا جائیگا جو ہندوؤں کی متروکہ زمین پر بغیر ان سے اجازت لئے یا خرید کئے بنائی گئیں۔ کیا یہ سب وکٹوریہ مسجد کی طرح گرائی جانی چاہئیں یا نہیں۔ بینوا و توجروا

کیا فقہ بدل ڈالی جائے؟

"جمہوریہ اسلامیہ پاکستان" کے آئین کے مطابق حکومت نے ایسے کمیشن کی تشکیل کا اعلان کر دیا ہے۔ جو کہ موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے سے متعلق ہے۔ انشاء اللہ یہ کام عنقریب شروع ہو جائیگا۔ جو کہ تاریخ اسلام میں ایک اہم باب کا اضافہ کریگا۔ مگر صاحبانِ تفسیر بالرائے نے بھی "فقہ میں تشکیل جدید کی ضرورت" کے عنوان سے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ حالیہ "اسلامی تعلیمی کانفرنس" منعقدہ لاہور میں بھی یہی آواز اٹھائی گئی ہے اور روزنامہ "امروز" لاہور کی وساطت میں ایڈیٹر امام خاں صاحب نوشہروی نے بھی اسی عنوان کے تحت ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ چونکہ بعد از رسول حضرات خلفائے رسول اللہ صلعم کے جاری شدہ احکام میں تبدیلیاں کیں اور مملکت میں رائج فرمائیں لہذا ہمیں بھی حق ہونا چاہئے کہ اپنے حالات کے مطابق اپنے امور میں تبدیلیاں پیدا کر لیں۔ یہ بہت بڑی جسارت ہے دین تو ہوا موم کی ناک ہو گئی کہ اس پر اسلام کا لیبل لگا کر جس طرف چاہیں موڑتے جائیں۔ دین ایک خدائی معاہدہ ہے۔ امر اللہ ہے۔ یہ کوئی ہمارا ذاتی معاملہ نہیں کہ باہمی مشورہ سے طے کر لیں۔ (بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

توحید و تحمید باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ

(بزبان امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

الحمد لله الذی لا یبلغ مدحته القائلون - ولا یحصی نعماءه العادون - ولا یؤدی حقه المجتهدون - الذی لا یدرکه بعد الهمم - ولا یناله غوص الفطن - الذی لیس لصفته حد محدود - ولا نعت موجود - ولا وقت معدود - ولا اجل ممدود فطر الخلائق بقدرته - ونشر الریاح برحمته - ووتد بالصخور میدان ارضه - اول الدین معرفته وکمال معرفته التصدیق به - وکمال التصدیق به توحیده وکمال توحیده الاخلاص له - وکمال الاخلاص له نفی الصفات عنه - لشهادة کل صفة انها غیر الموصوف وشهادة کل موصوف انه غیر الصفة فمن وصف الله سبحانه وتعالی فقد قرنه - ومن قرنه فقد ثناه - ومن ثناه فقد جزاه - ومن جزاه فقد جهله - ومن جهله فقد اشار الیه - ومن اشار الیه فقد حده - ومن حده فقد عده - ومن قال فیم فقد

تمام حمد اسی خدا کے لئے زیبا ہیں جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے اور جس کے حق کو کوشش کرنے والے ادا نہیں کر سکتے۔ وہ خدا جس کی کنہ ذات کو ہمتوں کی بلند پروازیاں پا نہیں سکتیں اور فکروں کی گہرائیاں اس تک پہنچ نہیں سکتیں جس کی صفات کے لئے کوئی تعریف معین نہیں۔ اور نہ کوئی ایسی نعت موجود ہے (جو ان صفات کا وصف بیان کر سکے) اور نہ کوئی ایسا وقت جو شمار میں آ سکے اور نہ کوئی ایسی مدت جو طویل ہو۔ مخلوقات کو اس نے اپنی قدرت و اختیار سے پیدا کیا اور ہواؤں کو اپنی رحمت سے چلایا۔ اور زمین کی اضطرابی حرکت کو پتھروں کی میخ سے روکا اور ساکن کیا۔ دین کی پہلی اساس اس کی معرفت ہے اور کمال معرفت اس کی تصدیق ہے اور کمال تصدیق اس کو یکتا اور واحد جاننا ہے۔ اور کمال توحید اخلاص ہے اور کمال اخلاص (اس کی ذات سے) صفات ظاہرہ کو دور رکھنا ہے اس لئے کہ صفت و موصوف میں مغائرت ہوتی ہے ہر صفت غیر موصوف ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہے جس نے اس کی توصیف میں ذات کو صفت سے

ضمنہ - ومن قال علی مَ فقد اخلیٰ منہ کائن لا عن حدث موجود لا عن عدم - مع کل شیءٍ لا بمقارنۃٍ - و غیر کل شیءٍ لا بمزایلۃٍ - فاعلٌ لا بمعنی الحرکات والاٰلۃ - بصیر اذ لا منظور الیہ من خلقہ - متوحدٌ اذ لا سکن یستانس بہ ولا یستوحش لفقدہٖ انشا الخلق انشاءً وابتداہٗ ابتداءً بلا رویۃٍ اجالھا ولا تجربۃٍ استفادھا - ولا حرکۃٍ احدثھا - ولا ھمامۃ نفس اضطرب فیھا - احال الاشیاء لاوقاتھا - ولاءم بین مختلفاتھا - وغرز غرائزھا والزمھا اشباحھا - عالماً بھا قبل ابتدائھا محیطاً بحدودھا وانتھائھا - عارفاً بقرائنھا واحنائھا - (نہج البلاغہ)

ملایا - گویا اس نے ذات باری میں دوئی پیدا کی اور جس نے دوئی پیدا کی اس نے ذات واحد کا تجزیہ کیا (اور اس کے لئے جز مانا) اور جس نے تجزیہ کیا اس نے ذات کو نہ جانا - اور جس نے نہ جانا اس نے اس کی طرف اشارہ کیا اور جس نے اشارہ کیا اُس نے اسے محدود کر دیا اور جس نے محدود کر دیا اُس نے گن لیا اور جس نے یہ پوچھا کہ خدا کس چیز سے ہے؟ تو اس نے گویا اس کو کسی چیز کے ضمن میں قرار دیا اور جس نے کہا کہ خدا کس چیز پر ہے تو اس نے (گویا) اس جگہ کے علاوہ دوسرے مقام کو اس سے خالی کر دیا وہ موجود ہے مگر کسی کی ایجاد سے نہیں - اس کا وجود ہے مگر عدم اس سے پہلے نہ تھا (ایسا نہیں کہ پہلے نہ رہا ہو اور اب ہو) ہر چیز کے ساتھ ساتھ ہے مگر ویسی معیت اور ہمراہی نہیں جو جسمانیات میں ہوا کرتی ہے - وہ ہر شے سے الگ ہے مگر نہ وہ جدائی جو محسوسات میں علیحدہ کرکے پیدا ہوتی ہے وہ ہر چیز کا فاعل حقیقی ہے مگر نہیں کہ وہ حرکت اور آلات سے کام لے (جیسے ہم کرتے ہیں) وہ اپنی مخلوقات کا قبل وجود تخلیق بصیر اور نگراں تھا اور ان سے آگاہ تھا - وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں جس کے رہنے سے اس کا جی لگے اور نہ رہنے سے دل گھبرائے - اس نے دنیا کو پیدا کیا اور پہلے پہل بنایا بغیر اسکے کہ سوچے یا فکر کرے نہ تو وہ فکر کو کام میں لایا اور نہ کسی تجربہ سے فائدہ اٹھایا اور نہ (اپنے نفس میں) کسی حرکت کو پیدا کیا اور نہ اس نے پہلے سے اس کا اہتمام کیا کہ جس سے مجبور ہو کر اس نے ایسا کیا ہو چیزوں کو وقت پر عدم سے وجود کی طرف منتقل کر دیا اور مختلف اشیا اور طبائع کو ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ کر دیا ہر شے کو طبیعت خاص اور مزاج مخصوص عطا کیا اور موجودات کو انکی صورتیں اور شکلیں دیں - وہ ان چیزوں کی خلقت سے پہلے ان کو جانتا تھا - اس کا علم ان کے حدود و انتہا کو محیط تھا - وہ ان کی حالتوں اور پوشیدہ کیفیات سے واقف تھا۔ (از ترجمہ سید ظفر مہدی النقوی النصیر آبادی)

اخلاقیات

گناہوں ــــ سے ــــ اجتناب

(از علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی المشہدی ، صدر ادارہ معارف اسلام)

انسان سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ۔ علمائے اسلام نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے :۔

(۱) گناہانِ صغیرہ (۲) گناہانِ کبیرہ

کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کے مرتکب کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عذابِ جہنم کا وعدہ فرمایا ہے ۔ ان کی تعداد میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن علمائے اسلام نے مندرجہ ذیل گناہوں کو کبائر میں شمار کیا ہے :۔

(۱) شرک (۲) گمراہ ہونا (۳) گمراہ کرنا (۴) کفار سے محبت (۵) کتمان علوم الدین اور جہال کو اس کی تعلیم نہ دینا (۶) خدا کی رحمت سے ناامید ہونا (۷) خدا کے عذاب سے بے خوف اور لاپرواہ ہونا (۸) خدا کے فعل پر اعتراض کرنا (۹) استکبار (۱۰) احکام دین سے استہزا (۱۱) ایسے مقام پر رہائش رکھنا جہاں اقامہ دین نہ کر سکے ۔ (۱۲) خدا کے راہ سے لوگوں کو روکنا (۱۳) ترک امر بالمعروف ونہی عن المنکر (۱۴) ترک نماز اور اس کا تارک کافر کے حکم میں ہے (۱۵) بغیر عذر شرعی ماہ رمضان میں دن کے وقت روزہ توڑنا (۱۶) مانع ادائے زکوٰۃ ہونا (۱۷) خمس ادا نہ کرنا (۱۸) ترک حج (۱۹) ترک جہاد (۲۰) عہد ، نذر اور قسم کا توڑنا (۲۱) والدین کا عاق ہونا ۔ (۲۲) قطع رحمی کرنا (۲۳) مومن کو اذیت پہنچانا اور اس کی توہین کرنا (۲۴) مسلمان کا قتلِ ناحق (۲۵) ناحق جنگ اور مقاتلہ کرنا (۲۶) ماہ ہائے حرام یعنی رجب ، ذی قعدہ ، ذی الحجہ اور محرم میں جنگ کرنا (۲۷) راہزنی کرنا (۲۸) ظلم (۲۹) اعانت ظالم (۳۰) ترک اعانت مظلوم (۳۱) ظالموں سے میل جول رکھنا (۳۲) خلق خدا میں فتنہ وفساد برپا کرنا (۳۳) زنا (۳۴) لواطت (۳۵) مساحقہ زنان (۳۶) دیوثی کرنا (۳۷) قذف (تہمت زنا ولواطت (۳۸) غیبت (۳۹) بہتان باندھنا (۴۰) دشنام طرازی (۴۱) جھوٹ بکنا (۴۲) چغلی کھانا (۴۳) شراب پینا (۴۴) جوا ، شطرنج ، نرد وغیرہ کھیلنا (۴۵) آلات لہو ولعب مثل طنبورہ اور رباب کا بجانا ۔ (۴۶) راگ گانا (۴۷) مردار کھانا (۴۸) سود خوری (۴۹) یتیم کا مال کھانا (۵۰) چوری کرنا (۵۱) کم تولنا (۵۲) امانت میں خیانت (۵۳) لوگوں کا مال ناحق روکنا (۵۴) اسراف بے جا (۵۵) رشوت لینا دینا (۵۶) بغیر حق کے حکم دینا (۵۷) نااہل کا لوگوں کے درمیان محاکمہ کرنا (۵۸) جھوٹی شہادت (۵۹) سچی شہادت چھپانا (۶۰) جھوٹی قسم کھانا (۶۱) جادو کرنا (۶۲) کہانت کرنا (۶۳) کھوٹ ملانا (۶۴) منع الماعون (استعمال کی چیزیں دینے سے روکنا (۶۵) کفرانِ نعمت کرنا (۶۶) حسد کرنا (۶۷) تکبر کرنا (۶۸) ریاکاری (۶۹) عجب (۷۰) اختیا

یہ چند گناہ لکھے گئے ہیں۔ اگرچہ اور بھی بے شمار کبیرہ گناہ ہیں۔ ان سب سے اجتناب اور توبہ لازم ہے صغیرہ گناہ وہ ہیں، جو ان کے علاوہ ہیں لیکن ہر صغیرہ گناہ اپنے اصغر کی نسبت کبیرہ ہو جاتا ہے مثلاً کسی غیر عورت کی طرف عمداً نظر ڈالنا صغیرہ گناہ ہے لیکن بدنیتی سے اسے مس کرنا اگرچہ بوسہ وغیرہ کی نسبت صغیرہ ہے لیکن اپنے سے اصغر یعنی نظر بد کی نسبت سے کبیرہ ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہ وہ ہیں جن کے لئے توبہ کی بھی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ خود بخود معاف کر دیتا ہے ولاکن بشرطھا و شروطھا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ان الحسنات یذ ھبن السیئات (پ ۱۲ ہود ع ۱۰) ترجمہ: تحقیق نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر نیکیاں کرتے رہو۔ تو صغیرہ گناہ جو بلا شعور سرزد ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کی وجہ سے خود بخود انہیں معاف کرتا رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہے۔ ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلاً کریما (پ ۵ النساء ع ۵) ترجمہ۔ اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ (صغیرہ) خود بخود معاف کر دینگے۔ اور تمہیں اچھے مکان (بہشت) میں داخل کر دینگے۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر انسان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ صغیرہ گناہ خود بخود معاف کرتا رہتا ہے۔ ان کے لئے توبہ کی بھی ضرورت نہیں۔

دوسری قسم کے گناہ وہ ہیں جن کیلئے توبہ کی ضرورت ہے اور بغیر توبہ معاف نہیں ہوتے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب (پ ۴ النساء ع ۳) ترجمہ۔ جو لوگ جہالت کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں۔ پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ من عمل منکم سوءً بجھالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور الرحیم (پ ۷ انعام ع ۱۴) ترجمہ۔ تم میں سے جو کوئی جہالت سے گناہ کر بیٹھے۔ پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیک ہو جائے پس تحقیق اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

گناہوں کی تیسری قسم وہ ہے کہ جس میں گناہ کی بخشش کے لئے توبہ کی بھی ضرورت ہے اور توبہ کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش بھی لازمی ہے۔ بغیر توبہ اور سفارش کے معاف نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (پ ۵ النساء ع ۹) ترجمہ۔ اور اگر یہ لوگ اسی وقت جبکہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔ (اے رسول) آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور آپ بھی اے اللہ کے رسول ان کے لئے بخشش مانگتے تو یہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

معلوم ہوا کہ یہ گناہ ایسے ہیں جو نہ خود بخود معاف ہوتے ہیں نہ توبہ کرنے سے ہی۔ بلکہ ان کی بخشش اور معافی کیلئے توبہ کے علاوہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش اور شفاعت کی بھی ضرورت ہے۔

چوتھی قسم کے گناہ وہ ہیں۔ جو نہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ نہ سفارش یا شفاعت رسول اللہ صلعم سے۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ (۱) شرک۔ کما قول تعالیٰ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (پ النساء ع) ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشتا اگر اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک کیا جائے۔ اور شرک کے علاوہ جس کو اس کی مرضی ہو ہر گناہ بخش دیگا۔

پس شرک خواہ خفی ہو خواہ جلی۔ شرک فی العبادۃ ہو یا شرک فی الصفات۔ غرضیکہ کسی قسم کا شرک ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہرگز ہرگز نہ بخشونگا۔

(۲) کفر۔ شرک کی ذیل میں کفر بھی آجاتا ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ذالک بانھم کفروا باللہ ورسولہ (پ توبہ ع) ترجمہ۔ اے رسول۔ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت مانگیں یا نہ مانگیں۔ اگرچہ آپ ان کیلئے ستر دفعہ بھی دعائے مغفرت مانگو گے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز ہرگز نہ بخشیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خدا کا اور اس کے رسولؐ کا انکار کیا۔

ثابت ہوا کہ شرک اور کفر ایسے گناہ ہیں۔ جو ہرگز معاف نہ ہوں گے اگرچہ رسول اللہ صلعم بھی ان کیلئے دعائے مغفرت طلب کریں۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے اعمال اور اعتقادات کا جائزہ لے کر انہیں درست کرلیں۔ ایسا نہ ہو کہ جن اعمال کو وہ نیک اور مطابق خوشنودئ خدا سمجھ کر بجا لا رہے ہیں۔ درحقیقت درست نہ ہوں۔ گناہائے کبیرہ کی مختصر فہرست اوپر دی جاچکی ہے۔ ہر مسلمان کو ان سے اجتناب لازم ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر گناہ کے ذیل میں احکام قرآن اور فرامین نبوی بیان کئے جائینگے۔ اور کسی اشاعت میں شفاعت کا مسئلہ بھی حل کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(بقیہ صفحہ ۱۱) کیا امر اللہ کو تبدیل کرنے کا حق رسولؐ نے ہمارے سپرد کیا یا کسی آیت قرآنی کی رو سے ہم امر اللہ میں دخل اندازی کرنے کے مجاز ہیں۔ خدا کے مقرر کئے ہوئے حدود میں دخل اندازی سے یہ خدائی دین نہیں رہتا بلکہ انسا کا بنایا ہوا دین بن جاتا ہے۔ اگر آپ نے خود ہی بنانا ہے۔ تو پھر "قرآن اور سنت" کی شرط پارہ پارہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسلامی اصولوں کی رو سے احکام قرآن وسنت کو بدلنا کسی بھی فرد یا جماعت کے اختیارات سے بالاتر ہے اگر گذشتہ تاریخ میں بدلے گئے تو یہ احکام رسولؐ کو تسلیم نہ کرنے کیلئے وجہ جواز ہرگز نہیں۔ بہرحال آئندہ شمارہ میں ادارہ کی جانب سے اس عنوان پر مکمل روشنی ڈالی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ادارہ)

(خصائصِ اسلام)

روزہ

(از علامہ مرزا احمد علی صاحب مدظلہٗ۔ سرپرستِ ادارہ)

اسلام مکمل دستورِ حیات:۔ اسلام زندہ مذہب ہے اور قیامت تک زندہ رہیگا۔ یہ ابتداءِ عالم سے بڑھتا آیا اور عہدِ ختمیت پر پہنچ کر اس حدِ کمال کو پہنچ گیا جو انسان اور انسانیت کو برقرار رکھنے کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دیتا رہیگا۔ پرانے لوگ انسان کو روح و مادہ سے مرکب جانتے تھے۔ اور حال کے لوگوں نے لفظیں بدل دی ہیں۔ مگر حقیقت وہی رہی ہے۔ انہوں نے MIND (من) اور MATTER (مادہ) یا SPIRIT (روح) اور BODY (جسم) سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مرکب کبھی باقی نہیں رہ سکتا جب تک اس کے اجزاءِ ترکیبی درست نہ رہیں۔ اس لئے انسان اور اس کی انسانیت کو باقی رکھنے کے لئے ان دو چیزوں کو مناسب و موزوں مقدار میں باقی رکھنا ہے۔ دین و دنیا کی کسی اور تہذیب نے ان دونوں کو یکجا اور موزوں مقدار میں رکھنے کا انتظام نہیں کیا۔ مثلاً یہودیت میں تشریح ہی تشریح ہے مغز و روح کا فقدان ہے۔ عیسویت میں صرف فضل کا ڈھونگ ہے۔ کفارہ کی منادی ہے۔ ایک انسان ماں کے شکم سے پیدا ہونے والے کی خدائی کا اعلان ہے باقی کچھ بھی نہیں۔ اور ہندویت میں عنصر پرستی۔ ملک پرستی۔ قوم پرستی اور تنگ دل تہذیب پرستی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لیکن دنیائے مذاہب میں اسلام اور صرف اسلام محمدی ہی وہ مذہب ہے جو مدت معلوم تک انسانیت کی بقا کا ذمہ دار ہے بشرطیکہ اسے اپنا یا جائے۔ اور اسی کا ہو لیا جائے۔ اور انفرادی اور اجتماعی حیات میں اسی کو دلیل راہ بنایا جائے۔ اسلام مکمل دستورِ حیات ہے اور اگر اس پر عمل کیا جائے تو حیات خوشگوار ہو سکتی ہے۔ اسلام نے نہ دنیا کو چھوڑا ہے نہ آخرت کو ترک کیا ہے۔ دونوں کو ملا دیا ہے۔ آخرت کی وجہ سے دنیا کو اچھا بنایا اور دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا یہاں کھیتی بناؤ یہاں خوش عملی کی کھیتیاں تیار کرو۔ آخرت بنتی جائیگی۔ تمام اعمال دین و دنیا۔ روح و جسم دونوں کو درست کرنے کے لئے ہیں۔ ان میں سے ایک ماہِ مبارک رمضان کے روزے ہیں۔

مذاہبِ عالم کے روزے:۔ ویسے تو روزے ہر مذہب میں کسی نہ کسی عنوان سے ملتے ہیں مگر ان سے وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو ماہ رمضان کے پورے مہینے کے روزوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کے ہاں سال بھر میں مختلف روزے ہیں۔ بعض بہت لمبے ہیں۔ چاند دیکھکر شروع کرو۔ دوسرے دن چاند دیکھکر کھول دو۔ اناج نہ کھاؤ۔ مگر دودھ مکھن یا پھل کھاؤ۔ یہودیوں

کے ہاں فرض روزے صرف دو ہیں ان میں سے ایک چھبیس گھنٹے کا ہے۔ غور کیجئے۔ اتنے لمبے ایک روزے کا کیا فائدہ سوائے تکلیف کے کچھ نہیں۔ مسیحیت میں روزہ ندارد۔ حواری روزہ نہ رکھتے تھے چنانچہ انجیل متی باب ۹ فقرہ ۱۴ تا ۱۷۔ "اس وقت یوحنا کے شاگردوں نے اس کے پاس آکر کہا۔ کیا سبب ہے کہ ہم اور فریسی روزہ رکھتے ہیں اور تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے۔ یسوع نے ان سے کہا۔ کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے ماتم کر سکتے ہیں؟ مگر وہ دن آئینگے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائیگا۔ اس وقت وہ روزہ رکھینگے۔ کورے کپڑے کا پیوند پرانی پوشاک میں کوئی نہیں لگاتا۔ کیونکہ وہ پیوند پوشاک میں سے کچھ کھینچ لیتا ہے اور وہ زیادہ پھٹ جاتی ہے اور نئی مے پرانی مشکوں میں نہیں بھرتے۔ ورنہ مشکیں پھٹ جاتی ہیں اور مے بہ جاتی ہے اور مشکیں برباد ہو جاتی ہیں۔ بلکہ نئی مے نئی مشکوں میں بھرتے ہیں اور وہ دونوں بچی رہتی ہیں"۔ اس کی تشریح و تفسیر علماء نصاریٰ نے یہی کی ہے کہ روزے کے احکام پرانے وقتوں کیلئے تھے۔ دور مسیح میں اب ان کی ضرورت نہیں۔ اب صرف قلب کی صفائی چاہئے اور بس۔ اگر روزہ کچھ چیز نہیں تو خود مسیح نے کیوں روزہ رکھا جیسا کہ انجیل لوقا باب ۴ فقرہ ۱ و ۲ میں یوں ہے کہ "پھر یسوع روح قدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اسے آزماتا رہا ان دنوں میں اس نے کچھ نہ کھایا۔ جب وہ دن پورے ہو گئے تو اسے بھوک لگی"۔ یہ ہے مہینے کے قریب روزہ لیکن چونکہ اناجیل ہی غیر معتبر ہیں۔ اس لئے یہ معلوم نہیں کہ حضرت نے یہ روزے کس طرح رکھے۔ اگر چالیس دن کچھ نہ کھایا تو یہ عام لوگوں کے بس کی چیز نہیں۔ اور نہ یہ ان کے لئے مفید ہے۔

اسلام میں روزے کی اہمیت :- اب آیئے اسلام کی طرف۔ اس نے اپنے تمام امور کی طرح روزوں کے متعلق بھی کیسا منظم سوچا ہوا اور سمجھا ہوا پروگرام مقرر کیا ہے۔ اگر تعصب۔ ضد اور مخالفت کو دور کیا جائے تو ہر شخص اس کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکیگا۔

فوائد:- اسلام نے پورے ایک مہینے کے روزے مقرر کئے اور اس مہینے کے روزے مقرر کئے جس میں قرآن کا نزول ہوا معذوروں پر سختی نہیں کی گئی۔ بیماروں اور شرعی سفر کے مسافروں کو دوران عذر میں ماہ رمضان کے روزوں کو چھوڑنے کیلئے کہا گیا اور یہ تاکید کی گئی کہ وہ ان چھوڑے ہوئے روزوں کو عذر دور ہونے کے بعد اگلے ماہ رمضان سے پہلے ہی رکھ لیا کریں۔ اور اصلی غرض روزوں کی یہ بتلائی لعلکم تتقون تاکہ تم میں صفت تقویٰ پیدا ہو۔ یہ ایسا جامع لفظ ہے کہ اس میں دین و دنیا کی خوبیاں آجاتی ہیں اور مہینے کا انتخاب دیکھئے اس قرآن کے نزول کا مہینہ جو تمام لوگوں کو صحیح طریق کی رہنمائی کرتا ہے بارہ مہینوں کے بعد اسی مہینے کو اصلاح اخلاق کا مرکز بنا دیا اور امیر۔ غریب۔ عالم۔ جاہل۔

بالغ و عاقل، ہر ملک و آب و ہوا اور ہر سمت کے تمام مسلمانوں پر روزے فرض کر دئے۔ وقت کا اور ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ وقت ہدایت کنندہ قرآن کے نزول کا۔ ماحول ہم نوا۔ رحمتِ خدا کا جاذب پھر کیوں طبائع نیکی کی طرف مائل نہ ہوں۔ پورے ایک ماہ بھر قوۂ شہویہ پر قفل لگا دیا۔ ایک وقت کے اندر اندر کھا پی لو۔ پھر صبح سے مغرب تک نہ کھاؤ نہ پیو نہ کسی قسم کی خوشبو سونگھو۔ معدہ کو آرام ملا۔ اس کی بے اعتدالی دور ہو گئی۔ تمباکو سگرٹ اور چائے نوشی دن کے وقت ختم ہو گئی۔ عادت ٹوٹ گئی۔ اگر اتنے گھنٹے چھوڑ سکتے ہیں تو اس کے بعد بھی چھوڑ سکتے ہیں۔ چائے نہ سہی تمباکو سگرٹ تو چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر آپ ماہ رمضان کی برکت سے انہیں بالکل چھوڑ دیں گے تو آپ کی صحت بہتر ہو جائیگی اور بچا ہوا روپیہ صحت کو برقرار رکھنے کے کام میں صرف ہو سکیگا۔ رہی ضروری غذا افطار کے بعد اس میں بے اعتدالی نہ کیجئے۔ آپ کے اپنے لئے ہی اچھا رہیگا۔ زیادہ برف سے بچئے۔ زیادہ کھانے سے پرہیز کیجئے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ سال بھر آپ کی صحت اچھی رہیگی۔ اور یہ ماہ رمضان کے طفیل سے ہوگا۔ غرض روزے رکھنے سے آپ کی جسمانی صحت صحیح و برقرار ہو جائیگی۔ یہ تو جسم کا حصہ اب روح کا حصہ بھی دیکھئے روزے کی حالت میں تمام گناہوں اور بُری باتوں سے پرہیز کیجئے۔ زبان پر کوئی بُرا لفظ نہ لائیے۔ ناجائز غیبت مومنین ومسلمین سے پرہیز کیجئے۔ نیکیوں کا حکم دیجئے۔ بدیوں سے منع کیجئے۔ حق کو اس کے اہل تک پہنچائیے۔ دماغ میں کوئی بُرا خیال نہ لائیے۔ ہاتھ سے کوئی بُرا کام نہ کیجئے۔ کسی کو تکلیف نہ دیجئے۔ کسی کو نہ ستائیے۔ کسی پر ظلم نہ کیجئے۔ کسی کا حق نہ چھینئے۔ اچھے کام کیجئے۔ دوسروں کی خدمت کیجئے۔ کمزوروں کی مدد کیجئے۔ درماندوں کی اعانت کیجئے۔ آنکھوں سے اچھے کام لیجئے۔ بُری چیزوں کو نہ دیکھئے۔ ممنوع چیزوں پر نگاہ بھی نہ ڈالئے۔ نامحرم عورت سے غضِ بصر کیجئے۔ اور ان امور کی مہینہ بھر مشق کیجئے۔ یہاں تک کہ اچھے کاموں کے کرنے اور بُروں سے بچنے کی عادت آپ میں پیدا ہو جائے۔ اور آپ ماہ رمضان کے بعد صحیح معنوں میں مسلم بنکر اللہ کے حضور میں پیش ہوں اور پھر ہمیشہ اپنے نفس کے اسلام کی حفاظت کرتے رہیں۔ تاکہ یہ قبر میں آپ کے ساتھ جائے۔

ہمدردی:- ان دونوں فائدوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا فائدہ روزوں سے یہ ہوگا کہ دن بھر کی بھوک کے بعد یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ بھوکوں کا بھوک سے یہی حال ہوتا ہوگا جو میرا ہوا۔ اس لئے قدرتی طور پر روزہ دار میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھوکوں کی مدد کرے۔ کیونکہ الفقر کاد ان یکون کفرا فقر وافلاس ہی کفر ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے بھوکوں کو دونوں قسم کے کفر سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی بھوک کا علاج کیا جائے۔ بھوکوں کو سیر کیا جائے۔ بھوکے دو ہی قسم کے ہیں۔ ایک وہ ضعیف و

ناتواں عورت مرد جن کا کوئی کمانے والا نہیں کوئی سہارا نہیں۔ کوئی آمدنی نہیں۔ ان کی روٹی کا انتظام کرنا سب پر مقدم ہے۔ دوسرے وہ ہیں جنہیں مالی نقصان نے بھوک پر مجبور رکھا ہے۔ ان کی اعانت کرنی چاہیئے کہ وہ نقصان کی تلافی کرکے روٹی کمانے کے قابل ہو جائیں۔ تیسرے وہ ہیں جو تندرست ہیں کام بھی جانتے ہیں۔ مگر کام نہ ملنے کی وجہ سے بھوک میں مبتلا ہیں۔ انہیں مالی مدد دیکر ان کا کام بنا دیجئے۔ یا پھر مالی مدد دیکر چھوٹی موٹی تجارت سے روٹی کمالیں۔ بہرحال انہیں بیکار نہ رہنے دیں۔ اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں۔

عبادت و تلاوت :- ماہ رمضان میں تمام نوافل بجالانے کی کوشش کریں۔ تاکہ ان کی وجہ سے آپ کے اعمال میں گرانی پیدا ہو جائے۔ اور ان کی وجہ سے آپ فرائض پر مواظبت کر سکیں۔ اور اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوں اور عبادت میں خشوع و خضوع و یکسوئی پیدا کریں۔ تاکہ آپ کا قلب منور ہو جائے۔ اس کے ساتھ صدقہ و خیرات بھی دیتے رہیں۔ اور اگر آپ کے ذمہ زکوٰۃ و خمس ہے۔ تو اسے ادا کریں اور کلام مجید کی تلاوت بکثرت کریں۔ اور ترجمہ سے اس کا مطلب بھی سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے جائیں۔ تو انشاء اللہ آپ کی زندگی بڑی شاندار ہو جائیگی۔ اور آپ خدا۔ رسولؐ اور آئمہ علیہم السلام کے حضور میں سرخرو پیش ہونگے۔ وفقنا اللہ وایاکم لامور الخیر۔

ضروری اطلاعات و اعلانات

(۱) ماہنامہ معارف اسلام کا یہ شمارہ ۴۰ صفحات پر شائع ہوا۔ اگرچہ مقررہ صفحات ۴۸ ہیں۔ آئندہ معمولاً ۴۸ صفحات ہی شائع ہوا کرینگے۔ ماہنامہ حسب دستور ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ ہی کو سپرد ڈاک ہوا کریگا۔ پرچے کی حفاظت کیلئے آپ اپنے پوسٹ مین کو پہلے ہی کہہ چھوڑیں۔

(۲) یہ پرچہ ان خریداروں کی خدمت میں بھی بھیجا گیا جنہوں نے ابھی تک ماہنامہ کے سال دوم کا چندہ بھی ادا نہیں کیا۔ جو سال دوم کا چندہ ادا کر چکے ہیں انہیں پرچہ ارسال کیا جا رہا ہے۔ درخواست ہے کہ سال سوم کا بدل اشتراک للعہ فوراً بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ بصورت دیگر آئندہ پرچہ یعنی ماہ مئی کا بذریعہ وی پی روانہ ہوگا۔ جس پر مزید خرچ ڈاک آپ کے زائد خرچ ہونگے۔ وی پی کا وصول فرمانا آپ کا اخلاقی اور قومی فرض ہوگا۔

(۳) ماہنامہ کے آخر میں حسب وعدہ (۱) عہد نامہ مولا کی تعلیمات اور (۲) جمہوریت اور امامت پر دو مضامین مسلسل شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس پرچے میں اگلے آٹھ آٹھ صفحات شائع ہوئے ہیں۔ یہ مسلسل صفحات کے ساتھ شائع ہوتے رہینگے۔ تاکہ ختم ہونے پر آپ کو ماہنامہ سے علیحدہ کرکے کتابی صورت میں جلد بندھوالیں۔ مضامین کے ختم ہونے پر ٹائیٹل بھی شائع کیا جائیگا۔

(۴) یہ امر افسوسناک ہے کہ کئی ممبران ادارہ مسلسل ادارہ کا لٹریچر رسائل وغیرہ اور ماہنامہ تو برابر وصول فرماتے ہیں۔ مگر زر ممبرشپ ادا فرمانے کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ للہ توجہ فرمائیے تاکہ آپ کا یہ مفید قومی ادارہ قائم رہ سکے۔ اور ہماری تمام ضروری اور مفید کتب شائع ہو سکیں۔

(۵) تمام ترسیل زر بنام مدیر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور کے پتہ پر ہونا چاہئے۔

دیگر حضرات ادارہ کا رکن بن کر اور ماہنامہ کے خریدار بن کر اس خدمت دین اسلام میں معاونت فرمائیں۔ (ادارہ)

(فضائلِ قرآن)

اعجازِ قرآن

(از علامہ سید امداد حسین کاظمی - صدر ادارہ معارفِ اسلام لاہور)

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنی ربوبیت ۔ الوہیت اور قدرتِ کاملہ کے اظہار کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے لیکن قرآن مجید فرقان حمید سے اس معیّن تعداد کی تصدیق نہیں ہوتی ۔ قرآن صرف یہ بتاتا ہے کہ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک (پ۲۴ المومن ع۸) ترجمہ ۔ اے رسول تحقیق ہم نے آپ سے قبل بہت رسول بھیجے ۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ کو سنایا ۔ اور کچھ وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے نہیں کیا ۔ ورسلاً قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک (پ۶ النساء ع۲۳) ترجمہ ۔ اور کچھ رسول وہ ہیں جن کا ذکر اس سے قبل ہم نے آپ سے کیا ۔ اور کچھ وہ ہیں ۔ جن کا ذکر ہم نے نہیں کیا ۔ پھر ارشاد ہے ۔ ثمّ ارسلنا رسلاً تترا (پ۱۸ المومنون ع۳) یعنی ہم نے رسولوں کا تانتا باندھ دیا اور انہیں لگاتار بھیجتے رہے ۔ نیز ارشاد ہے وما من امۃ الّا خلا فیھا نذیر (پ۲۲ فاطر ع۳) یعنی اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں ہم نے کوئی ڈرانے والا (نبی) نہ بھیجا ہو ۔

ان آیات بیّنات سے یہ امر بالبداہت پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ۔ کہ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد معیّن نہیں کی گئی لیکن وہ پے در پے اور لگاتار آتے رہے ۔ اور ہر ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتے رہے کوئی قوم اور کوئی امت ایسی نہ رہ گئی جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی یا رسول نہ آیا ہو اس سے انبیاء کی تعداد کا غیر متناہی ہونا ثابت ہو گیا ۔ ان کی تعداد کو خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی ہے ۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو (پ۲۹ مدثر ع۱)

ان انبیاء کرام کے آنے کی غرض بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرما دی کما قولہ تعالیٰ ۔ رسلاً مبشرین ومنذرین لئلّا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ۵ (پ۶ النساء ع۲۳) ترجمہ ہم نے ایسے رسول بھیجے ۔ جو خوشخبری سنانے والے بھی تھے اور ڈرانے والے بھی تاکہ ان کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر آدمیوں کی طرف سے کوئی حجت باقی نہ رہ جائے ۔

اس غرض کی تکمیل یعنی اتمام حجت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول کو ایک ایک کتاب دیکر مبعوث فرمایا ۔ تاکہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو مٹا سکیں ۔ کما قولہ تعالیٰ کان

الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم (پ بقرع ۲۶) ترجمہ۔ سب لوگ ایک ہی امت تھے۔ پھر خدا نے انبیاء بھیجے جو خوشخبری بھی سناتے تھے اور ڈراتے بھی تھے۔ اور ہر نبی کے ساتھ ساتھ ایک کتاب بھی نازل کی۔ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اس بارے میں فیصلہ کر سکیں جس میں وہ جھگڑتے اور اختلاف کرتے تھے۔ اور جو کچھ اختلاف تھا۔ وہ ان لوگوں کی اپنی ہی طرف سے تھا جن کیلئے کتاب دی گئی تھی اور انہوں نے یہ اختلاف کھلی نشانیاں آجانے کے بعد باہمی بغاوت اور ضد سے کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر انبیاء کی حقیقی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی مانی جائے۔ تو کم از کم ایک لاکھ چوبیس ہزار کتابوں کا نزول بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔ ان کتابوں کو خواہ صحیفے کہہ دیجئے خواہ زبر۔ کما قولہ تعالیٰ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ ۰ صحف ابراھیم وموسیٰ (پ الاعلیٰ ع) ترجمہ۔ بیشک یہی مضمون پہلے صحیفوں (کتابوں) میں بھی ہے یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفے۔ وانہ لفی زبر الاولین (پ الشعراء ع) ترجمہ۔ اور بے شک اس کا ذکر پہلی زبر یعنی کتابوں میں بھی ہے۔

کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لیکن صاحب کتاب نہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو مشترکہ طور پر ایک ہی کتاب عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ واتینٰھما الکتاب المستبین (پ صافات ع) ترجمہ اور ہم نے ان دونوں حضرت موسیٰ و ہارونؑ کو ایک بلیغ بیان والی کتاب عطا کی پس حضرت ہارونؑ بھی بغیر کتاب نہ رہے۔ صرف ایک ہی کتاب دونوں نبیوں کو دی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں کی نبوت بھی مشترک تھی۔ کما قولہ تعالیٰ۔ قال رب اشرح لی صدری ۰ ویسر لی امری ۰ واحلل عقدۃ من لسانی ۰ یفقھوا قولی ۰ واجعل لی وزیرا من اھلی ۰ ھٰرون اخی ۰ اشدد بہ ازری ۰ واشرکہ فی امری ۰ (پ طہٰ ع) ترجمہ۔ (حضرت موسیٰؑ کو جب فرعون کی طرف بھیجا گیا۔ تو آپ نے خدا سے دعا مانگی۔ کہ) اے میرے پروردگار میرا سینہ میرے لئے کھول دے اور میرے امر نبوت کو میرے لئے آسان کر۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھیں۔ اور میرے اہل میں سے میرا ایک وزیر مقرر کر دے (اور وہ وزیر) میرا بھائی ہارون ہی ہو۔ اس کے ذریعہ سے میری کمر مضبوط کر دے اور اس کو میرے امر نبوت میں میرا شریک کر دے۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا۔ قال قد اوتیت سؤلک یا موسیٰ (پ طہٰ ع) ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہاری سب درخواستیں قبول ہوگئیں

پس ثابت ہوا کہ حضرت ہارونؑ چونکہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ شریک فی النبوۃ تھے۔ اس لئے آپ دونوں کو ایک ہی کتاب دی گئی۔ چونکہ نبوت الگ الگ نہ تھی۔ اس لئے کتاب بھی الگ الگ نہ دی گئی۔

بہرحال ہر ایک نبی جو مبعوث ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب بھی لے کر آتا رہا۔ اور یہی کتاب مدلول نبوت ہوا کرتی تھی۔ لیکن جس قدر کتابیں یا صحیفے نازل ہوتے رہے۔ اگرچہ الہامی تھے اور خدا کی جانب سے ہی نازل ہوتے تھے بلکہ ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے بار ہا فرما دیا تھا صحف مکرمۃ ۝ مرفوعۃ مطہرۃ ۝ بایدی سفرۃ ۝ کرام بررۃ ۝ (پ عبس ع) ترجمہ یہ پاک۔ پاکیزہ اور بلند مرتبہ صحیفے جو نیکو کار سفیروں (اللہ کے سفیر یعنی انبیاء) کے ہاتھوں میں رہے۔ مگر یہ معجزانہ حیثیت سے نازل نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ کل انبیاء کو علاوہ کتاب یا صحیفہ کے دیگر وقتی معجزات بھی دئے جاتے تھے کیونکہ یہ سنت الٰہیہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کا کمال کسی خاص امر میں حد سے متجاوز ہونے لگتا۔ اور وہ لوگ اپنے آپ کو اس فن کا خدا سمجھنے لگتے۔ تو اس وقت اس قوم کا غرور اور گھمنڈ توڑنے اور ان کو خدائے وحدہ لاشریک کی ہستی اور قوت قاہرہ منوانے کیلئے اللہ تعالیٰ نبی بھیج دیتا۔ اور اسے اس فن میں ایسا کمال بخشتا کہ اس فن کے کاملین اس کے آگے عاجز آجاتے اسی کمال کا نام لسانِ شرعی میں معجزہ ہوتا ہے۔

معجزہ کیلئے ضروری ہے کہ کمال کا اظہار ان لوگوں میں کیا جائے جو اس فن کے عالم اور ماہر ہوں۔ جاہلوں کے نزدیک اظہار کمال معجزہ نہیں ہوتا۔ مثلاً میں منطق اور فلسفہ پڑھا ہوا ہوں۔ میں ایک گاؤں میں چلا جاتا ہوں۔ جہاں کے بسنے والے علوم مذکورہ سے بالکل جاہل ہیں۔ انہیں اکٹھا کر کے میں کہتا ہوں کہ دیکھو لوگو۔ میں نبی ہوں میری نبوت پر ایمان لاؤ میرا معجزہ ہے کہ میں منطق اور فلسفہ جانتا ہوں۔ اگر تمہیں انکار ہے تو آؤ میرے ساتھ منطق اور فلسفہ میں مقابلہ کر لو۔ ورنہ مجھے نبی مانو۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ عاجز آجائینگے کیونکہ وہ جاہل ہیں منطق اور فلسفہ کیا جانیں۔ لیکن کیا یہ میرا کمال ہے؟ انہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ میں جھوٹا ہوں اور فریبی۔ مزا تو جب تھا کہ میں ایسا دعویٰ کاملین فن منطق و فلسفہ کے سامنے کرتا نہ کہ جہال کے روبرو۔

دیکھئے حضرت موسیٰؑ آئے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ جادو کا زور تھا (BLACK MAGIC) یعنی کالے جادو میں لوگ کمال رکھتے تھے اور جادو کے زور پر ہی فرعون خدائی کا دعویٰ کر رہا تھا وہ کہتا تھا۔ انا ربکم الاعلیٰ (پ نازعات ع) خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بھیجا۔ اور آپ کو معجزہ کے طور پر ایک عصا دیا جس میں حیرت انگیز معجزے تھے۔ ضرورت کے وقت حضرت موسیٰ اسے زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ وہ ہرا بھرا درخت بن جاتا تھا۔ اس کے ساتھ پھل لگتے تھے جو کھاتے تھے۔ پانی کی ضرورت ہوتی تھی تو زمین پر مارتے تھے۔ پانی کے چشمے پھوٹ نکلے۔ روشنی کی ضرورت ہوتی تھی تو سامنے کرتے تھے۔

ٹارچ (TORCH) کی طرح اس سے روشنی کی شعاعیں نکلتی تھیں۔
ایک اور معجزہ تھا۔ جب پھینکتے تھے۔ تو اژدہا بن جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ فرعون کے مقابلہ پر آئے تو فرعون نے ایک دن مقرر کیا۔ کون سا دن؟ قال موعدکم یوم الزینۃ (پ طٰہٰ ع) یوم زینت یعنی عید کا دن۔ تمام رعایا کو اکٹھا کیا۔ بڑے بڑے کامل جادوگر منگائے گئے۔ مقابلہ شروع ہوگیا۔ پہلے جادوگروں نے اپنا کمال دکھایا۔ وہ رسیوں میں پارہ بھر لائے تھے۔ جب انہوں نے وہ رسیاں زمین پر پھینکیں سورج کی گرمی سے پارہ اچھلنے لگا اور رسیاں چلنے پھرنے لگیں۔ لوگوں کی نظروں کو دھوکا ہوا۔ وہ سمجھے سانپ ہیں فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعٰی (پ طٰہٰ ع) ترجمہ۔ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے ایسی معلوم ہونے لگیں کہ دوڑ رہی ہیں۔
جناب موسیٰ کو خدا نے فرمایا۔ الق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید سٰحر ولا یفلح السٰحر حیث اتٰی (پ طٰہٰ ع) ترجمہ۔ اے موسیٰ حیران کیوں کھڑے ہو۔ تم بھی اپنا عصا ڈال دو۔ انہوں نے جو کچھ بنایا ہے۔ یہ اسے ہڑپ کر جائیگا۔ انہوں نے جو کچھ بنایا ہے۔ جادوگروں کا کرتب ہی تو ہے اور جادوگر جہاں بھی سامنے آئے کامیاب نہ ہوگا۔ فاذا ھی حیۃ تسعٰی (پ طٰہٰ ع) دیکھا کہ وہ عصا ایک اژدہا بن گیا۔ اور بھاگ کر جادوگروں کی رسیوں کو جو سانپ نظر آتی تھیں کھا گیا۔ ساری رسیاں ہڑپ کر گیا۔ اب موسیٰ خاموش کھڑے ہیں۔ خدا نے فرمایا۔ یا موسیٰ اقبل ولا تخف (پ قصص ع) اے موسیٰ۔ آپ خوف نہ کھائیں آگے بڑھیں۔ انی لا یخاف لدی المرسلون (پ نمل ع) میرے رسول خوف نہیں کھایا کرتے۔ آگے بڑھ کر اس اژدہا کی دم پکڑ لیں۔ سنعیدھا سیرتھا الاولٰی (پ طٰہٰ ع) ہم اس کو اس کی پہلی اور اصلی سیرت پر لوٹا دینگے۔
غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی "صورت" نہیں فرمایا۔ بلکہ "سیرت" فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ جادوگروں نے صرف صورت بدل دی تھی۔ ورنہ وہ حقیقت میں رسیاں ہی تھیں۔ لیکن خدائی کمال یہ تھا۔ کہ صورت اور سیرت دونو بدل گئی تھیں۔ اب جو حضرت موسیٰ نے عصا کو اٹھایا۔ تو نہ موٹا تھا نہ چھوٹا نہ زیادہ لمبا تھا نہ پتلا۔ جادوگروں نے اسے دیکھا۔ اچھی طرح سے پرکھا۔ معلوم ہوا کہ عصا ہی ہے۔ اس کا وزن بھی اتنا ہی ہے۔ اب وہ حیران ہوئے کہ جادو میں کمال صرف یہ ہے کہ نظر بندی ہوجاتی ہے شکل بدل دی جاتی ہے۔ لیکن مادہ معدوم نہیں ہوسکتا۔ یہاں وہ حیران تھے کہ ان کی رسیاں اور پارہ کدھر گئے؟ اگر عصا موٹا یا لمبا ہوجاتا۔ یا اس کا وزن بڑھ جاتا۔ تو وہ سمجھتے کہ رسیوں اور پارے کے مادہ سے مل کر بڑھا ہے۔ لیکن وہ تو جوں کا توں تھا۔

جادوگر مان گئے۔ کہ مادہ کا معدوم کرنے والا خدا ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا پکار اٹھے آمنا بوب العالمین ۰ رب موسیٰ وھارون ۰ (پ شعراء ع) ہم نے تمام جہانوں کے پروردگار کو اپنا خدا مان لیا ہم نے موسیٰ اور ہارون کے پروردگار کو مان لیا۔ اور اس پر ایمان لے آئے۔

اس کا نام ہے معجزہ۔ کہ جادوگروں کے کمال کو باطل کر دکھایا۔

اور سنئے۔ حضرت عیسےٰ تشریف لائے۔ آپ کے زمانہ میں طبابت زوروں پر تھا۔ خواہ کسی قسم کا بیمار ہو۔ زندگی ختم نہ ہوگئی۔ آخری سانس ہو۔ طبیب آئے۔ ایک چٹکی دوائی دی۔ اور بیمار تندرست ہوگیا۔ یہ طبابت کا کمال تھا۔ یہاں تک کہ ایک حوض بنا رکھا تھا جس میں اپاہج اترا کرتے تھے ایک خاص وقت میں زنجیر ہلائی جاتی تھی۔ جو اس حوض کے اندر پانی میں پڑی رہتی تھی۔ اس کے ہلنے کے وقت جو مریض اس تالاب میں اتار دیا جاتا تھا۔ فوراً تندرست ہو کر نکل آتا تھا۔

طبیبوں کے پاس دوائی ہوتی تھی خطمی خبازی بنفشہ۔ ترنجبین سکنجبین عناب۔ سپستان۔ معجونیں۔ شربت۔ عرق۔ خمیرے۔ کشتے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عیسےٰ آئے۔ کوئی دوائی ساتھ نہ تھی۔ حکم خدا تھا کہ جو مریض لاعلاج ہو۔ تمام باکمال اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے ہوں۔ ایسے مریض کا علاج کرنا۔ چنانچہ جس مریض کی نسبت کامل طبیب کہہ دیتے تھے کہ بس یہ لاعلاج ہے۔ اور اس کی موت واقع ہو جاتی تھی حضرت عیسےٰ آتے تھے۔ ان کے پاس خطمی۔ خبازی۔ بنفشہ۔ عناب نہیں ہوتے تھے نہ ہی معجونیں۔ شربت اور کشتہ جات۔ آپ آتے تھے اور پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہتے تھے۔ قم باذن اللہ۔ اٹھو۔ خدا کے حکم سے۔ وہ مردہ فوراً زندہ ہو جاتا تھا۔ اطباء نے آپ کا کمال مان لیا۔ اور ان کے آگے گھٹنے ٹیک دئے۔

حضرت داؤدؑ کے وقت لوہار بہت تھے۔ جو اپنے فن میں کامل تھے۔ لوہا پگھلا پگھلا کر ہزاروں چیزیں بنایا کرتے تھے حضرت داؤدؑ آئے ارشاد ہوا۔ والنا لہ الحدید .... وقدر فی السرد (پ سبا) خدا نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا۔ وہ ایسے ہی ٹھنڈا لوہا لیتے تھے۔ اور بغیر گرم کئے۔ پگھلائے اور ہتھوڑا سے کوٹے اپنے ہاتھوں سے ہی توڑ موڑ کر زرہ بکتر وغیرہ بنا لیا کرتے تھے

لوگوں نے آپ کا خدائی کمال مان لیا۔

خیر۔ مختصر طور پر یہ ہے۔ کہ بالآخر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ کے وقت میں دو چیزوں کا کمال تھا۔ فصاحت اور شجاعت۔

فصاحت کا یہ حال تھا۔ کہ یہ لوگ اپنے آپ کو "عرب" کہتے ہیں اور باقی سب دنیا کو عجم۔ عرب کے معنے "جو فصیح الکلام ہو" عجم کے معنے گونگا۔ یعنی جو فصیح نہ ہو۔

عرب کی فصاحت کی کہانیاں مشہور ہیں۔ سال بسال میلہ لگتا تھا جہاں شعرائے عرب اپنا اپنا کلام سناتے تھے۔ جو کلام سب سے اعلیٰ اور لاجواب مانا جاتا تھا اسے سونے کے حروف سے لکھ کر کعبہ کے اندر لٹکا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ کی بعثت کے وقت کعبہ میں سات ایسی نظمیں آویزاں تھیں جو آج تک سبعہ معلقہ کے نام سے مشہور ہیں۔

سب سے پہلی اور اعلیٰ نظم عرب کے مشہور شاعر امراؤ القیس کی تھی۔ اور باقی چھ دوسرے باکمال شعراء کی تھیں۔ آنحضور صلعم کی بعثت کے بعد جب حسب دستور میلہ لگا۔ تو آپ نے خانہ کعبہ کے اندر سورہ کوثر کی آیات " انا اعطیناک الکوثر ہ فصل لربک وانحر ہ ان شانئک ھو الابتر لٹکا دیں اور فرمایا کہ اس کی مثل لاؤ۔ لوگ عاجز آ گئے۔ اور آخر بڑی سوچ بچار اور کئی دن کے غور و خوض کے بعد اپنا عجز ظاہر کر دیا۔ اور یہ لکھ کر کہ ماھذا من کلام البشر ہ یعنی انا اعطیناک الکوثر ہ فصل لربک وانحر ہ ان شانئک ھو الابتر ہ سبعہ معلقہ (سات مشہور نظمیں) اتار کر زمین پر پھینک دیں۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر سب دنیا کے فصحا اور بلغاء کو چیلنج دے دیا کہ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین ہ (پ بقرع) ترجمہ :۔ کہدو اے رسول۔ کہ جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے یعنی قرآن۔ اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو تو ویسی ایک ہی سورۃ تم بھی بنا لاؤ۔ اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو خدا کے سوا اپنے سب گواہوں اور مددگاروں کو بھی بلا لو۔

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم نے ہر نبی اور رسول . . . . کو ایک ایک کتاب یا صحیفہ دیا لیکن باوجودیکہ یہ کتابیں یا صحیفے الہامی من جانب اللہ تھے۔ مگر ان کی حیثیت معجزانہ نہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے کسی کتاب یا صحیفہ سے تحدی نہ کی تھی۔ نہ ہی اسے معجزہ قرار دیا تھا۔ البتہ آخری تاجدار نبوت پر جو کتاب بصورت قرآن نازل فرمائی۔ اسے معجزہ قرار دیا۔ اور اس سے پر زور تحدی کی گئی۔ اور اس کی مثل لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ لطف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی بطور پیشگوئی ارشاد فرما دیا :۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین (پ بقرع) ترجمہ پس اگر تم ایسا نہ کر سکے یعنی اس کی مثل نہ لا سکے اور یاد رکھو کہ تم ہرگز ہرگز اس قرآن کی مثل ایک سورت لانے پر قادر نہ ہو سکو گے پس تم اس آگ سے ڈرو۔ دوزخ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اور وہ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

کس زور کی تحدی ہے۔ اور کتنی زبردست پیشینگوئی ہے ۔ ذرا لفظ "لن تفعلوا" پر غور فرمایئں ۔ صرف ونحو میں "لن" نفی ابدی کیلئے آتا ہے یعنی آئندہ کے زمانہ میں ابد تک جس کی انتہا قیامت سے بھی آگے ہے ۔ تم اس کی مثل نہ لاسکو گے ۔ چنانچہ یہ پیشینگوئی آج چودہ سو سال گزر جانے پر بھی جوں کی توں لاجواب پڑی ہے اور کوئی عالم فاضل اس قرآن کی ایک آیت کی مثل لانے پر بھی قادر نہیں ہوسکا یہی قرآن کا سب سے بڑا زندہ معجزہ ہے ۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدی اور مثل لانے کا مطالبہ صرف ایک بار ہی نہیں کیا گیا ۔ بلکہ دنیا بھر کے فصحاء اور بلغاء کو کئی بار چیلنج دے کر للکارا گیا لیکن کیا مجال جو کوئی جرأت کرے ۔ حالانکہ عرب کی فصاحت و بلاغت دنیا میں مانی ہوئی تھی ۔ اور خداوند عالم نے ہر بار انہیں رعایتیں بھی دیں ۔ مثلاً ایک دفعہ تمام قرآن کی مثل لانے کا مطالبہ کیا اور ارشاد فرمایا :-

ام یقولون تقوّلہ ۰ بل لا یؤمنون ۰ فلیأتوا بحدیثٍ مثلہ ان کانوا صادقین (پ۲۷ الطّور)

ترجمہ ۔ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ قرآن اپنے دل سے گھڑ لیا ہے ! بات یہ ہے کہ وہ ایمان ہی نہیں رکھتے ۔ پھر اگر وہ (اپنے اس دعویٰ میں) سچے ہیں ۔ تو وہ بھی اس قرآن کی مثل ایک قرآن بنا لائیں ۔

اس آیہ مجیدہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام قرآن کی مثل لانے کا مطالبہ فرمایا ۔ لیکن باوجود سخت مخالفت کے وہ لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے ۔ چنانچہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لایأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً ۰ (پ۱۵ بنی اسرائیل ع۱۰) ترجمہ ۔ کہدو اے میرے رسول کہ اگر تمام انسان اور تمام جن دونوں کر بھی یہ کوشش کریں کہ اس قرآن مجید کی مثل لاسکیں ۔ تو ہرگز ہرگز اس کی مثل نہ لاسکیںگے ۔ اگرچہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہوں ۔ دیکھئے صداقت قرآن اور اس کا اعجاز ۔ کن زوردار لفظوں میں تحدی کی گئی ہے اور ساتھ ہی پیشینگوئی بھی فرما دی کہ اس کی مثل لانے پر نہ انسان ہی قادر ہوسکیںگے نہ جن اور نہ دونوں کر بھی ۔ یہ پیشینگوئی آج تک حرف بحرف پوری ہو رہی ہے ۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مخالفین نے زبانی زبانی کہہ دیا کہ لو نشاء لقلنا مثل ھذا (پ۹ انفال ع۴) یعنی اگر ہم چاہیں تو ایسا قرآن بنا سکتے ہیں ۔ لیکن افسوس کہ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ رہا قرآن کی مثل لانے پر قادر نہ ہوسکے ۔

یہ اور بات ہے کہ مسیلمہ کذاب نے قرآن مجید کی سورہ "الفیل" کے مقابلہ میں ایک اسی نام کی سورت بنا کر لوگوں کے پیش کر دی ۔ لیکن ذرا سنئے ۔ کہ وہ سورت کیا ہے ؟

الفیل ما الفیل ہ وما ادراک ما الفیل لہ خرطوم طویل ہ و ذنبٌ وبیل ہ
ترجمہ۔ ہاتھی کیا ہاتھی۔ اور تو کیا جانے کیا ہے ہاتھی؟ اس کی بہت لمبی سونڈ اور دم گچھے دار۔
سبحان اللہ۔ یہ قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ استغفر اللہ
جب مخالفین سارے قرآن مجید کی مثل لانے سے عاجز آ گئے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں رعایت دے دی اور فرمایا۔ ام یقولون افترٰہ ط قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین ہ (پ۱۲ ھود ع۲) ترجمہ۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس قرآن کو جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے۔ کہدو اے پیغمبر کہ تم بھی ایسی ہی جھوٹ موٹ بنائی ہوئی دس سورتیں ہی لے آؤ۔ اور اگر تم سچے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا جنکو تم بلا سکتے ہو۔ ان کو بھی بلا لو۔
دیکھئے اللہ تعالیٰ کس قدر رعایت دے رہا ہے کہ اگر تم پورا قرآن بنانے پر قادر نہیں ہو تو نہ سہی چلو اس کی مثل دس سورتیں ہی لے آؤ۔ اللہ اللہ! کہاں پورے قرآن کا معاوضہ لانے کی تحدی اور کہاں صرف دس سورتیں طلب کی گئیں۔ لیکن قرآن مجید کی صداقت اور اعجاز دیکھئے۔ کہ وہ لوگ اس رعایت سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور دس سورتیں بنانے پر قادر نہ ہو سکے۔ مگر خداوند عالم کو چونکہ ان کے اس غلط عقیدہ کو باطل کرنا مقصود تھا۔ اور ان کو راہ راست پر لانا مدنظر تھا۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے انہیں اور ڈھیل دی اور کہا۔ ام یقولون افترٰیہ ط قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین ہ (پ۱۱ یونس ع۴) کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ قرآن جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے۔ اے میرے حبیبؐ۔ انہیں کہدو۔ کہ (اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو) تم اس کی مانند ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ اور اگر تم سچے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو
ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سارے قرآن کی مثل لانے کا مطالبہ فرمایا۔ جب وہ نہ لا سکے۔ تو رعایت دے کر دس سورتیں بنا لانے کیلئے کہا جب اس سے بھی عاجز آ گئے تو ارشاد فرمایا کہ چلو ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ لیکن وہ لوگ اس پر بھی قادر نہ ہو سکے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ حتمی پیشینگوئی "لن تفعلوا" کہ تم ہرگز ہرگز اس کی مثل لانے پر تا ابد قادر نہ ہو سکو گے کس طرح پوری ہو رہی ہے
اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن کی زبان عربی ہے۔ اور دنیا میں کروڑوں عربی کے عالم فاضل موجود ہیں۔ مخالفین اسلام میں بھی جن کی عمریں مخالفت اسلام میں گذر گئی ہیں۔ بڑے بڑے ودوان اور عربی زبان کے عالم اور فاضل موجود ہیں۔ جو رات دن قرآن مجید کے الہامی کتاب ہونے پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں لیکن بایں ہمہ وہ آج تک اس بات پر قادر نہیں ہو سکے۔ کہ اس پورے قرآن کی مثل تو نہ سہی

ایک سورت کی مثل ہی لا سکیں۔ اس سے بڑھ کر صداقت اور اعجاز قرآن کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے عالم اور عربی کے فاضل گذرے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب بھی موجود ہیں۔ مثلاً دربار اکبری کے نورتن میں سے ایک علامہ فیضی بھی تھا۔ جو علاوہ عربی کے سنسکرت کا بھی ایک جید عالم تھا۔ اس کا عربی کا بے مثل فاضل ہونے کا ثبوت اس کی تصنیفات سے مل سکتا ہے۔ مثلاً اس نے قرآن مجید کی ایک تفسیر غیر منقوط لکھی جس کا نام "سواطع الالہام" ہے اگر آپ اسے ملاحظہ فرمائیں تو حیران رہ جائینگے۔ کہ فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن اس کا قرآن مجید سے کیا تقابل؟ قرآن مجید کا علاوہ فصاحت و بلاغت۔ قصص۔ امثال مواعظ وعید۔ نصائح۔ اخلاق وغیرہ وغیرہ سے پُر ہونے کے سب سے بڑا کمال اور معجزہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے جہاں جہاں کوئی لفظ یا حرف رکھ دیا ہے۔ وہاں سے بدلا نہیں جا سکتا۔ اگر اس لفظ کا کوئی مترادف لفظ وہاں رکھ دیا جائے تو فوراً چوری پکڑی جاتی ہے۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ "الہامی" نہیں۔ بلکہ "الحاقی" ہے۔ دیکھئے میں ایک آدھ مثالیں دے کر اس مضمون کو واضح کرتا ہوں۔ قرآن مجید کی آیات میں منجملہ کروڑوں خوبیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ ادا کرنے سے وہ کیفیت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے جس کا مفہوم وہ آیت ظاہر کرنا چاہتی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر خداوند عالم بجلی کی کڑک کو اس کے تسبیح کرنے سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ یسبّح الرعد بحمدہٖ والملائکۃ من خیفۃ (پ ۱۳ رعد ع ۲) یعنی رعد اس کی حمد کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور کل فرشتے بھی اس کے خوف سے تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہاں پر "یسبّح" اور "الرعد" کی بجائے "یحمد" اور "البرق" کے الفاظ بھی آ سکتے تھے۔ کہ بجلی اللہ کی حمد کرتی ہے مضمون بھی وہی رہتا اور معانی میں بھی کوئی فرق نہ آتا لیکن جو کیفیت "یسبّح الرعد" نے پیدا کی ہے۔ وہ ہرگز حاصل نہ ہو سکتی یسبّح کی "حا" کو تشدید دے کر جب "الرعد" کی مشدد "را" سے ادغام کیا گیا۔ یعنی مشدد "ح" کو مشدد "ر" سے ملایا گیا۔ تو یہ لفظ ادا کرنے سے منہ کے اندر تالو سے ایک آواز نکلی۔ جو بالکل بجلی کی کڑک سے مشابہ ہے۔ گویا ان دونوں حرفوں کے ادغام نے منہ کے اندر تالو کے آسمان پر ایک چھوٹی سی بجلی کی کڑک پیدا کر دی جس سے وہ مفہوم جو آیہ مجیدہ پیدا کرنا چاہتی تھی۔ الفاظ کے ادا کرنے کے ساتھ ہی خود بخود پیدا ہو گیا۔ اور بغیر مطلب سمجھے اس آیت کا مفہوم خود بخود ذہن نشین ہو گیا۔ فرمایئے کیا ایسی صفت "یسبّح الرعد" کے مترادف الفاظ لانے سے پیدا ہو سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔

آگے بڑھئے۔ قاعدہ ہے کہ جب بجلی کڑکے تو اس کی آواز سے ہر شخص کا دل دہل جاتا ہے

کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو۔ اور خوف کی وجہ سے دونوں ہونٹ آپس میں چپک جاتے ہیں۔ اور انسان ایک لمحہ کیلئے دم بخود ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت "یسبح الرعد" کے بعد "بحمدہ" لانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر آپ "یسبح الرعد" ادا کر کے اپنے تالوں میں بجلی کی ایک چھوٹی سی کڑک پیدا کر لیں گے اور اس کے بعد فوراً ہی "بحمدہ" ادا کریں گے۔ تو ادائیگی کے وقت نہایت خفیف لمحہ کیلئے آپ کے دونوں ہونٹ مل جائیں گے اور "حم" ادا کرنے کے بعد "دہ" تک پہنچیں۔ آپ کا دم رکنے لگے گا۔ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

خوف کے بعد جو دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ آواز اور گلے کا زیر و بم ہوتا ہے یعنی بعض اوقات منہ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے اور اس کے بعد پھر آواز دھیمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس آیت کا باقی ٹکڑا "والملائکۃ من خیفتہ" سے یہی کیفیت پیدا ہوتی ہے ملائکۃ میں "الف" کے اوپر مد ہے جسے علم تجوید کے قاعدہ کے مطابق خوب لمبا کھینچا جاتا ہے۔ اتنا لمبا کہ سانس ٹوٹنے لگے۔ چنانچہ یسبح الرعد کے خوف کے بعد ملائکہ کا لفظ مد کے ساتھ ادا کریں۔ تو منہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے۔ تا اینکہ دم گھٹنے لگتا ہے۔ اس کے بعد "من خیفتہ" ادا کریں۔ تو آواز پھر دھیمی ہو جاتی ہے اور وہ بھی اس قدر دھیمی کہ گویا بولنے والا زمین میں گڑا جا رہا ہے۔

کہئے کیا یہ کیفیت الفاظ کے بدلنے سے پیدا کی جا سکتی ہے؟ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا اعجازی کلام۔ جس نے دنیا کے فصحاء اور بلغاء سے اپنی فصاحت اور بلاغت کا لوہا منوا لیا۔ اور آج تک کوئی دشمن اسلام باوجود ادعائے علم و فضل قرآن مجید کی مثل ایک آیت بھی بنانے پر قادر نہ ہو سکا۔

ایک اور مثال سنئے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ظالم کا ذکر کرتا ہے۔ جو قیامت کے دن اپنے ظلم و ستم کی سزا دیکھ کر دانت پیسے گا۔ اور اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اس مفہوم اور مضمون کو خداوند عالم نے اس آیہ مجیدہ میں بیان فرما کر اپنی فصاحت و بلاغت پر مہر لگا دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ (پ ۱۹ الفرقان ع ۳) ترجمہ۔ اور وہ دن جبکہ ایک ظالم اپنے دونو ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹ کھائیگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یَعَضُّ کے "ضّ" اور الظّالم کی "ظّ" کو مشدد اور ادغام کر کے دانتوں سے ہاتھ کاٹنے کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ جب بھی آپ ض اور ظ کو ملا کر "یعض" اور "الظالم" کو ادا کریں گے۔ آپ کے دانت بھی چپک جائیں گے۔ اور ایسے معلوم ہو گا کہ آپ دانت پیس پیس کر اپنے ہاتھ کو کاٹ رہے ہیں۔ بے شک تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ بشرطیکہ صحیح قرات سے ادا کریں اور "ض" کو "ضواد" اور "ظ" کو "ظوئے" ہی پڑھیں۔ "دواد" اور "دوے" نہ پڑھیں۔ اگر خداوند عالم چاہتا تو ظالم کی جگہ کوئی اور مترادف لفظ مثلاً جابر وغیرہ رکھ سکتا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

(تحقیقات) (از سید علی احمد شاہ مدظلہٗ سابق صدر حکومت آزاد کشمیر)

باب مدینہ علم و حکمت کے فضائل علوم

کتب احادیث اہلسنت سے

(علم قرآن و تفسیر)

(۱) رسولؐ اللہ نے فرمایا میں مدینہ علم (الٰہیہ) ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔
(الترمذی مشکوٰۃ جلد چہارم مناقب علیؑ باب الثانی)

(۲) رسولؐ اللہ نے فرمایا میں مدینہ (شہر حکمت (الٰہیہ) ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔
(مشکوٰۃ جلد چہارم مناقب علیؑ فصل الثانی)

(۳) رسولؐ اللہ نے فرمایا میرے اہلبیت بہشتی متقین ہیں اور کتاب اللہ اور میرے علم احادیث کے وارث ہیں۔
(تفسیر درمنثور جلد ۳ روایت ابو ہریرہ)

(۴) رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ علیؑ تمام اصحاب سے زیادہ اعلم ہیں علم نبوت کا دروازہ ہیں جو علم کا ارادہ کرے اسے چاہیے کہ اسی باب سے آئے۔ (۱) ابن عباس طبرانی (۲) ابن حجر عسقلانی۔
(۳) جابر بن عبداللہ (۴) ابن عمر (۵) حافظ علائیؒ (۶) عقیل بن عدی (۷) بغوی (۸) ابونعیم
(۹) مودۃ القربیٰ علی ہمدانی (۱۰) ینابیع المودت ص

(۵) رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ علیؑ امت میں میرے بعد سب سے زیادہ عالم علم ہے (دیلمی روایت سلیمان فارسیؓ)

(۶) عبداللہ بن عباس نے فرمایا علیؑ کے علم کے صرف دسویں حصہ میں تمام اصحاب شریک ہیں۔
(استیعاب ابن عبدالبر)

(۷) علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جب تک حوض کوثر پہ دونوں وارد نہ ہوں۔ (۱) طبرانی فی اوسط بروایت ام المومنین ام سلمیٰؓ
(۲) دیلمی ابن مردویہ (۳) صواعق محرقہ (۴) منصب امامت محمد اسمٰعیل شہید ص۲۹ (۵) سپہر امامت شیخ احمد حسین)

(۸) علیؑ عندہٗ (اللہ) علم الکتاب ہیں۔ (۱) قرآن مجید (۲) ثعلبی بروایت ابوہریرہ و محمد حنفیہ)

(۹) علیؑ قرآن ناطق۔ قرآن ثانی احد الثقلین ہے۔ (۱) عینی خیرالبشر ص۲۹ (۲) منصب امامت محمد اسمٰعیل شہید ص (۳) خوارزمی بروایت ابن عباسؓ)

(۱۰) علیؑ نے فرمایا قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جس کے متعلق مجھے یہ علم نہ ہو کہ وہ کس امر میں

نازل ہوئی۔ کہاں نازل ہوئی۔ کس واسطے نازل ہوئی۔ بیشک اللہ نے مجھے دل عاقل (دانا) اور زبان ناطق (قرآن) عطا کی ہے۔ (تاریخ الخلفا۔ ابن سعد)

(۱) عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک رات بسم اللہ کے نقطہ ب کی شرح علیؑ کرنے لگے تو صبح ہوگئی مگر ابھی تفسیر پوری نہ ہوئی مجھے اپنا نفس ان کے سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بحر زخار کے مقابلہ میں ایک قوارہ ہے۔ (بروایت ابن عباس فقہ ابن رلی)

(۲) علیؑ نے فرمایا اہل توریت کے لئے توریت سے اہل زبور کے لئے زبور سے اور اہل انجیل کے لئے انجیل سے اور اہل قرآن کے لئے قرآن کے مطابق حکم دے سکتا ہوں دکرونگا۔

((۱) امام فخرالدین رازی فی اربعین (۲) مودۃ القربا علی ہمدانی)

(۳) (الف) محمد بن سیرین نے عکرمہ سے پوچھا کیا اصحابہ نے قرآن جمع کیا ہے ایسی تالیف (جیسا کہ علیؑ نے قرآن جمع مطابق تنزیل کیا) اگر کرنا چاہیں تو وہ (اصحابہ) ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ (روایت ابوداؤد)

(ب) علیؑ نے (تنزیل کے مطابق) جو قرآن جمع کیا ہے تو اس سے بہت کچھ (بہتر) علم حاصل ہوتا۔ (تاریخ الخلفا۔ سیوطی محمد بن سیرین)

(علم احادیث)

(۴) علیؑ سے لوگوں (اصحابہ) نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ سب اصحابہ سے زیادہ (قرآن کی تفسیر میں) احادیث رسول اللہ روایت فرماتے ہیں فرمایا۔ جب میں حضرت رسولؐ سے دریافت کرتا تو مجھے بیان فرما دیتے۔ اور جب میں چپ رہتا تھا تو حضرت ابتدا (خود) فرماتے تھے۔ ((۱) ابن حجر صواعق محرقہ (۲) کنزل اعمال علی متقی)

علم فقہ دین

(۵) مسروقؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے اصحاب حضرت عمرؓ۔ عبداللہؓ بن مسعود۔ معاذؓ بن جبل۔ زیدؓ بن ثابت۔ علیؑ ابن ابوطالبؑ پانچوں کو علم فقہ (قضا و عدل) میں سونگھا (آزمایا) تو معلوم ہوا کہ علم فقہ دو اصحاب کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ علیؑ و عبداللہ بن مسعود پر۔ پھر میں نے دونوں کو سونگھا تو معلوم ہوا کہ علیؑ۔ عبداللہ بن مسعود پر (بہت) فضیلت علم رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے وقت علیؑ ہی زیادہ تر منصب قضا (اعلیٰ) پر فائز تھے۔ ان کے حاضر ہوتے اور کوئی قضا نہ کرتا تھا۔ ((۱) خوارزمی (۲) تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی صفحہ ۲۹)

(علم قضا و عدل)

(۱۶) رسول اللہ نے فرمایا علیؑ ابن ابوطالب میری امت میں سب سے زیادہ معاملات کا فیصلہ (قضا) کرنے والا ہے۔ وہ قاضی امت ہے۔ (۱) المصابیح بروایت انس بن مالک (۲) ترمذی (صحیح قیم)

(علم فرائض)

(۱۷) عبداللہ ابن مسعود نے کہا مدینہ میں علیؑ بن ابو طالب سب اصحابہ سے زیادہ علم فرائض کا علم جاننے والے تھے (استیعاب بروایت عبداللہ بن عمر)

(علم کلام)

(۱۸) متکلمین کے جتنے فرقے ہیں۔ وہ سب علیؑ ابن ابو طالبؑ کی طرف منتہی ہوتے ہیں (امام رازی اربعین میں)

(علم تصوف و حقائق)

(۱۹) جنید فرماتے ہیں کہ علیؑ ابن ابی طالب ہمارے پیش رو امر تصوف اسرار دلوں کے ہیں۔ (الف) جو بعد ہمارے نبی ہم نے اُن کے حقائق کی طرف ایما کیا۔ (خواجہ محمد پارسا فصل الخطاب)

(ب) اگر علیؑ ابن ابی طالب کو غزوات سے فراغت ملتی تو ہمارے لئے علم حقائق و تصوف کے متعلق وہ معلومات نقل کی جاتیں جن سے دل متحمل نہ ہو سکتے۔ (رسالہ خواجہ محمد پارسا)

(علم نحو)

(۲۰) ابوالاسود دوئلی روایت کرتے ہیں کہ علیؑ کو تفکر میں دیکھا گردن جھکائے فکر میں ہیں پوچھا امیرالمومنین کیا فکر ہے فرمایا شہر میں لوگ زبان عربی میں غلطیاں کرتے سنا ہے۔ عربی زبان کی قواعد کی کتاب لکھتا ہوں۔ میں نے عرض کی ہمیں زندہ فرمادیں کہ صحیح زبان فصیح باقی رہے۔ تین دن کے بعد حاضر ہوا۔ تو کتاب نحو تصنیف کردہ سے مجھے قواعد نحو تعلیم کئے۔

(تاریخ الخلفا سیوطی بروایت ابوالاسود دوئلی)

(علم فصاحت)

(۲۱) (الف) رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مجھے نبوت کے ساتھ برگزیدہ کیا اور علیؑ کو علم شجاعت و فصاحت (بلاغت) کے ساتھ ممتاز کیا۔ (ابن الیوع اندلسی کتاب شفا)

(ب) یحییٰ کا قول ہے کہ میں نے ستر خطبے فصیح امیر علیہ السلام کے یاد کئے ہیں۔ (بروایت عبدالمجید یحییٰ)

(۲۲) شعبی روایت کرتے ہیں کہ علیؑ (حضرت داؤد کی طرح) سب سے بہتر و زیادہ اشعار حکمت

کہنے والے تھے۔ آپ کا دیوان مشہور خاص و عام ہے۔ (تاریخ الخلفا سیوطی)

(علم حساب)

(۲۳) علامہ عبدالبر نے حساب کے علم کو ظاہر کرنے کے لئے علی علیہ السلام کے کئی فیصلے قضا (وراثت) وغیرہ نقل کئے ہیں۔ (استیعاب علامہ ابن عبدالبر)

(علم ہیئت)

(۲۴) ابو عبداللہ نے فرمایا علم ہیئت (فلکیاتؒ) انبیاء کا علم ہے۔ جناب امیر علیہ السلام سب لوگوں سے زیادہ علم ہیئت و اسرار کو جانتے تھے۔ (۱) ابن طاؤس (۲) یونس بن عبدالرحمان)

(علم کتابتِ کاتب)

(۲۵) علیؑ فرماتے ہیں خط میں مہارت تامہ (میری طرح) رکھو تم پر واجب ہے کہ اولاد کو خوشخطی بھی سکھاؤ کیونکہ وہ بھی رزق کی ایک کنجی ہے۔ (اقوال وارشادات علیؑ)

(علم جفر و جامعہ اسرار)

(۲۶) گروہ علما سے روایت ہے کہ امام علیؑ نے اٹھائیس حروف کو جفر کی جلد میں سط اعظم کے طریق پر وضع کیا تھا۔ اس طریق مخصوص و شرائط معینہ سے اسرار لوح و قضا و قدر انہیں معلوم ہو سکتے تھے۔ یہ علم صرف اہلبیت ہی کا ورثہ ہے۔ (علامہ چلبی کشف الظنون میں)

(علم ارواح ۔خیال و خواب کی تعبیر)

(۲۷) حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا ابوالحسن تین باتیں آپ سے پوچھتا ہوں۔۔۔ ۔۔۔ آپ مجھے آگاہ کیجئے۔ ایک آدمی ایک سے محبت کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی اس نے کوئی نیکی نہیں دیکھی۔ ایک آدمی ایک سے بغض رکھتا ہے۔ حالانکہ اس نے اس کی کوئی برائی نہیں دیکھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ روحیں ہوا میں لشکر صف بستہ کی صورت میں باہم پھرتی ہیں۔ اور بو سونگھتی ہیں جس سے ان کو پہچان ہو جانے محبت کرتے ہیں۔ جن سے نفرت ہو ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ دوسری بات حضرت عمر نے پوچھی کہ انسان بات کرتا اس کا آگے ذکر بھول جاتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہ سے سنا ہے۔ کوئی دل ایسا نہیں کہ اُن پر مثل قمر کے خیال کا بادل نہ ہو جب اس پر بادل ہوتا ہے تو روشن ہوتا ہے۔ جب بادل (خیال) ہٹ جاتا ہے۔ تو وہ تاریک ہو جاتا ہے (اس لئے بھول جاتا ہے) حضرت عمر نے پوچھا تیسری بات یہ ہے۔ آدمی خواب دیکھتا ہے تو بعض

خواب سچا ہوتا ہے۔ اور بعض جھوٹا ہوتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا کوئی مرد وعورت ایسا نہیں کہ وہ سوئے اور اُس کی روح عرش کی طرف پرواز نہ کرتی ہو۔ پس جو روح عرش کے قریب جاکر بیدار ہوتی ہے اُس کا خواب سچا ہوتا ہے ورنہ جھوٹا۔ حضرت عمر نے کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے موت سے پہلے ان تین باتوں کے معلوم کرنے تک پہنچا دیا۔ (۱) طبرانی اوسط میں (۲) دیلمی فردوس الاخبار

(۳) ابو نعیم حلیۃ الاولیا روایت ابن عمر)

(احسن مجادلہ حاضر جوابی)

(۲۸) علیؑ سے یہودعلما نے کہا لوگوں نے نبی (محمدؐ) کے پچیس سال بھی صبر نہ کیا حتیٰ کہ ایک دوسرے کو یہ لوگ قتل کرنے لگے۔ حضرت نے جواب دیا۔ حقیقتاً صبر کرنا بہتر ہے لیکن تمہارے قدم دریا (نیل) سے نکل کر خشک بھی نہ ہونے تھے کہ تم نے موسیٰؑ کو کہا جیسے مصریوں کے خدا تھے ویسے ہی خدا ہم کو بنا دے اور موسیٰ کے طور پر جانے کے چالیس دن کے اندر ہی بچھڑا کی عبادت کرنے لگے۔ (امام احمد حنبل بروایت محمد بن قیس)

(علی حق (قرآن) پر)

(۲۹) رسولؐ اللہ نے فرمایا علیؑ حق (قرآن) پر عمل کرنے والا ہے۔ پس جس نے اس کی پیروی (اتباع) کی۔ اس نے حق کی پیروی کی جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا۔ یہ پہلے عہد ہو چکا ہے۔

(مسند ابو یعلی بروایت ام المومنین ام سلمہ۔ و ابن مردویہ)

عالم سنت رسولؐ

(۳۰) رسولؐ اللہ نے فرمایا علیؑ عالم سنت (اللہ) وسنت رسولؐ ہے۔ (ریاض نضرۃ صفحہ ۱۹۳)

(۳۱) فرمایا علیؑ اعلم الناس ہے۔ (کنز جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۳۲) رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ علیؑ میرے علم کا وارث ہے۔

(۳۳) علیؑ میرے علم کے ترازو کی ڈوریاں ہیں۔

(۳۴) علیؑ تمام امت کے علم سے زیادہ علم رکھنے والا افضل ہے

(۳۵) علیؑ باب حکمت ہے۔ علیؑ کی حکمت نو حصہ ہے اور باقی امت کی ایک حصہ دسواں

(حاشیہ: (۱) مودۃ القربیٰ علی ہمدانی)

(۲) صحیح ترمذی بروایت ابن عباس (۳) مسند ابرار (۴) حلیۃ الاولیا ابو نعیم (۵) مشکوٰۃ مظاہر حق تتمہ)

(۳۶) فرمایا علیؑ راسخون فی العلم سے ہے و باب علم (الٰہیہ) ہے۔ (۱) قرآن مجید (۲) امیر امامت شیخ احمد حسین

(۳۷) فرمایا علیؑ باب (علم) دین اللہ ہے (۱) دیلمی صفحہ ۲۴۲ و صفحہ ۱۵۶ (۲) منصب امامت محمد اسمٰعیل شہید صفحہ ۷۸

(۳) مشکوٰۃ جلد چہارم مظاہر حق تتمہ مناقب)

(۳۸) فرمایا علیؑ علم رسولؐ کا خزانہ ہے (۱) سپہر امامت (۲) کنز جلد ۶ (۳) صغیر سیوطی
(۴) مشکوٰۃ مظاہر حق تتمہ ص۱۲۳

(۳۹) فرمایا علم اگر جسم ہوتا تو وہ پورا علیؑ ہوتا۔ ((۱) مودۃ القربیٰ علی ہمدانی)

(۴۰) فرمایا علیؑ ثانی قرآن و قرآن منزلت ہے۔ (۱) جزوی المذہب ص۴ (۲) ینابیع المودۃ
باب ۷۴ (۳) خیر الشر عینی (۴) دیلمی ص۱ (۵) مناوی ص۴

(۴۱) فرمایا علیؑ سہیم قرآن۔ (۱) حاکم جلد ۳ ص۱۲ (۲) مسند صغیر طبرانی ص۱۴۹

(۴۲) علیؑ (بہت بڑا اعظم) عالم قرآن ہے (۱) مسند ابو داؤد الطیاسی ص۲۸)

(۴۳) رسول اللہ نے فرمایا (اے اصحاب) تم میں سے کون ایسا ہے کہ لوگوں سے قرآن کی تاویل پر
اسی طرح جنگ (جہاد کبیرا) کریگا جس طرح میں نے تنزیل پر کیا ہے۔ (حضرت ابوبکرؓ و
عمرؓ نے کہا ہم ہیں (رسول اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ہے (علی رسول اللہ کا جوتا سی رہے
تھے) جو میرا جوتا سی رہا ہے۔۔ (۱) حلیۃ الاولیا ابو نعیم (۲) فردوس اخبار (۳) دیلمی
ابو سعید خدری) (سید علی احمد شاہ)

(بقیہ صفحہ ۴۰) مطلب تو نہ بگڑتا معانی بھی وہی رہتے۔ لیکن یہ کیفیت ہرگز ہرگز پیدا نہ ہوتی
جو صق اور ظ کے ادغام نے پیدا کر دی ہے۔

مضمون چونکہ طویل ہو رہا ہے۔ اس لئے سردست انہی دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ
قرآن مجید کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک حرف سے یہ فصاحت و بلاغت اور صداقت و اعجاز
ظاہر ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی اگلی اشاعت میں اسی عنوان کے تحت "علوم القرآن" بیان کرینگے۔
اور دکھائینگے کہ دنیا میں جس قدر علوم نکلے ہیں۔ یا جس قدر نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں۔ ان سب
کا ذکر بلکہ بعض ایجادات کے بنانے کی ترکیبیں بھی خداوند عالم نے قرآن مجید میں آج سے چودہ سو برس
پیشتر بالتفصیل بیان فرما دی ہیں۔ انتظار باید کشید۔

بقیہ صفحہ ۳۹

باز در عالم بیار ایام صبح ۔ جستجو ہاں را بدہ پیغام صلح نوع انسان مزرع و تو حاصلے ۔ کاروان زندگی را منزلے
ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اقبال علیہ الرحمۃ کا پختہ عقیدہ تھا کہ جبتک امام زمانہ ظاہر نہ ہوں۔
کارزار دنیا کا اجتماعی طور سے سدھرنا ناممکن ہے۔ البتہ انفرادی طور پر اُس نے نائبین الٰہیہ کے کردار کا نمونہ
مثال پیش کر کے ان ہی کے طریقہ اور اُن ہی کے اسوہ پر عمل کرنے کی ہر مسلمان مرد و عورت کو تلقین کی ہے (غیاث الدین)

(بہ یادگار حکیم مشرق علیہ الرحمۃ)

(از مدیر معارف اسلام)

اقبال کے عقائد اسلامی

(طول و عرض پاکستان میں بالعموم اور دیگر ممالک میں بالخصوص ۲۱ اپریل کو یوم اقبال منایا جاتا ہے چونکہ سال سوم کا یہ پہلا شمارہ بھی ۲۱ اپریل ہی کو سپرد ڈاک ہو رہا ہے لہٰذا حکیم ملت کی یاد میں اگر کچھ نہ لکھا جاتا تو ادارہ کی کوتاہی میں شمار ہوتا۔ اقبال کے پیغام کے سلسلہ میں ہزارہا مقالے اور مضامین لکھے گئے۔ مگر مندرجہ بالا عنوان پر بہت ہی کم توجہ دی گئی۔ گو اقبال کے جملہ کلام نظم و نثر کی جان یہی عنوان ہونا چاہیئے جس پر لکھنے کیلئے کم از کم ایک ضخیم جلد درکار ہے۔ ان مختصر صفحات میں اشارۃً اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ادارہ)

سب دنیا جانتی ہے اور قرآن اور تاریخ اس پر شاہد ہیں کہ عہد رسالتماب صلعم میں مسلمانوں میں فرقہ بندی نہ تھی مسلمان ایک ہی فرقہ میں شمار ہوتے تھے۔ صرف ایک گروہ منافقین کا ان میں چھپا ہوا موجود تھا۔ وہ بھی کسی فرقہ کی طرح باقاعدہ علیحدہ نہ تھا۔ قرآن میں مکمل سورۃ منافقون اور کئی آیات اس پر شاہد ہیں اور تاریخ بھی گواہی دیتی ہے۔ ان منافقین سے علیحدہ جو بھی اہل اسلام تھے ان میں جو علم و عمل میں بڑھ گئے وہ مومن کہلائے۔ اُس خاص گروہ مومنین کا تزکیہ کر کے رسولؐ اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ تمام اذکار قرآن کریم میں موجود ہیں جن سے انکار نہیں۔ فرق مراتب کے لحاظ سے قرب خداؐ و رسولؐ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ حاصل تھا۔ جو کہ ایک فطری امر ہے۔ اقبال علیہ الرحمۃ جو رسالتماب سے تقریباً تیرہ سو [۱۳۰۰] سال بعد پیدا ہوئے وہ بھی ایسے ہی مسلمان تھے جو کسی مخصوص فرقہ سے تعلق نہ رکھتے تھے سُنی شیعہ حضرات صوفیا وغیرہ سب ہی اقبال کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہاں تک کہ پرویزی جو نیا فرقہ تفسیر بالرائے پر کاربند ہے وہ بھی اقبال ہی کے کلام کو پیش کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اقبال کے کلام کی روح سے چشم پوشی ہے۔ جب اقبال ہر دلعزیز ہے۔ تو اُنکے عقائد پر کیوں نہ توجہ دی جائے تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے کدورتیں دور ہوں اور اتفاق و اتحاد سے منزلِ ترقی کی طرف گامزن ہو کر اسلامی عروج کا باعث بن سکیں۔

اقبال کا مقام فرقہ بندیوں سے بالا ہے۔ اور کم از کم اپنے آخری دور میں جبکہ وہ اپنے تجربات و تحقیقات میں کامل ہو چکا تھا۔ اُن کے نتائج اقبال کے دماغ میں ایک پختہ اسلامی عقیدہ کی صورت میں نمایاں نظر آتے ہیں اگر اقبال کے تمام کلام نظم و نثر کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو اُس کی زندگی کے مختلف اوقات میں چند موڑ نظر آتے ہیں۔ جن سے ہم اقبال کی اسلامی تحقیقات کے مختلف مدارج سے آشنا ہو سکتے ہیں اور آخر میں اقبال کے عقائد اسلامی

ایسے نمایاں ہوتے ہیں۔ کہ ہر شخص بے ساختہ درود پڑھنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

اقبال نے برجستہ حرف نہ گفتن کمال گویائی است — حدیث خلوتیاں جز بہ رمز و ایمانیست کہ مگر اشاروں میں باتیں کی ہیں۔ اس لئے اُنکے ہر شعر میں کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ اور کسی مخصوص ہیرو کا تذکرہ ہے۔ اقبال نے مختلف ہستیوں سے کسب فیض کیا۔ جن میں نمایاں شخصیت سرکار علامہ شیخ عبدالعلی الہروی الطہرانی اعلی اللہ مقامہ کی ہے۔ اقبال نے شیخ کا ذکر بڑے بلند الفاظ میں راجہ سرکشن پرشاد بہادر آنجہانی (سابق صدر اعظم حیدرآباد دکن) کے خطوط میں کیا ہے جو کہ شاد و اقبال کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ اور مکاتیب اقبال میں بھی موجود ہیں۔ سید سلیمان ندوی مرحوم سے بھی اقبال نے بعض شکوک رفع کرنے کی کوشش کی جن کا ذکر مکاتیب اقبال میں ہے بعض شکوک رفع ہوئے بعض نہ ہوئے اور ان میں اقبال کا عقیدہ پختہ ہو گیا۔ اسی قسم کی دوسری مثالیں آپ کو مکتوبات اقبال میں بکثرت ملینگی۔ اقبال کے تمام کلام کو پڑھ جایئے۔ آپ کو دین کا مفہوم سوائے عشق کے اور کچھ نہ ملیگا۔ جاوید نامہ کے یہ دو شعر توجہ طلب ہیں ؎

زندگی را شرع و آئین است عشق — اصل تہذیب است دین دین است عشق
دیں نگردد پختہ بے آداب عشق — دیں بگیر از صحبت ارباب عشق

یہ ارباب عشق کون ہیں؟ جن سے دین حاصل کرنے کی تلقین کی گئی عشق کو دین کی اساس قرار دینے کے بعد ارباب عشق کا تعارف ضروری ہو گیا۔ چنانچہ مثنوی اسرار و رموز میں ابنائے رسول الثقلین حضرات حسنین علیہم السلام کو "مرکز پرکار عشق" اور "قافلہ سالار عشق" اور "امام عاشقاں" کہکر اقبال نے فیصلہ دیدیا کہ دین اگر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تو محض ان مقدسین ہی سے۔ ہمارا طریق نماز، ہماری تمام فقہ اور ہمارا تمام دستور العمل حیات محض ان مقدسین ہی کے فرمان کے مطابق ہونا چاہئے نہ کہ غیر اہلبیتؑ سے حاصل کیا جائے۔ اقبال اس سے آگے ایک قدم اور بڑھ گیا۔ گو اس نے عشق کو بنیاد یا مرکز قرار دیا۔ مگر اس مرکز کا بھی ایک سرمایہ قرار دیا۔ اور وہ ذات با برکات امیرالمومنین علی مرتضےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ؎

مسلم اول شہ مردان علیؑ — عشق را سرمایہ ایماں علیؑ
از ولائے دودمانش زندہ ام — در جہاں مثل گہر تابندہ ام

گویا عشق کے پاس اگر علی مرتضیٰ جیسا عظیم سرمایہ نہ ہوتا تو عشق خود تہی دست ہوتا۔ غرضیکہ اقبال نے عشق کو بنیادی صورت قرار دیکر خودی کو ثمرہ عشق قرار دیا۔ اور اس کا تمام کلام خودی ہی کے گرد چکر کھاتا دکھائی دیتا ہے خودی اقبال کے عقائد اسلامی کی جان ہے جس کی تربیت کے لئے تین مرحلے قرار دیتا ہے۔ پہلا مرحلہ اطاعت۔ دوسرا ضبط نفس۔ ان دو مرحلوں سے گزر جانے کے بعد تیسرا مرحلہ نیابت الٰہیہ ہے۔ مگر اس کی مثالیں پیش کرنے کیلئے اقبال کا رجوع صرف خانوادہ رسالت ہی کی طرف ہے یعنی حضرت امیرالمومنینؑ۔ جناب خاتون جنت سیدۃ النساء و حضرات حسنینؑ اور دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام۔ یہ مثالیں اقبال کے تمام کلام میں بیشتر مقامات پر ملیں

ہماری نظر سے گزرتی ہیں کہیں کہتا ہے ؎ چوں علیؑ درساز بانانِ شعیر گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر
دوسری جگہ کہتا ہے ؎ عشق بانانِ جویں خیبر کشاد عشق در اندامِ مہ چاکے نہاد ۔ پھر درج ہے ؎
میرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی ترے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک
اس خیال کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا ہے ؎ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف
ایسے ہی خیالات کے بیسیوں اشعار کلامِ اقبالؔ سے پیش کئے جا سکتے ہیں[له]۔ ایک مقام پر کہتا ہے ؎
آناں کشتِ خرابے حاصلے نیست ۔ کہ آب از خونِ شبیرؑ ندارد ۔ (جس کھیت کو شبیرؑ کے خون سے پانی دلا ہو۔ اس کھیتی سے کچھ حاصل نہ ہوگا) فرمائیے بغیر دینِ حسینؑ کے جو خود دین تھے مسلم کسی دوسری طرف جا سکتا ہے؟ اقبالؔ عورتوں کو ہمیشہ اُسوہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کی پیروی کرنے کیلئے کہتا ہے ؎
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوشِ شبیرے بگیری ۔ اصولِ دین میں اقبالؔ کے نزدیک سب سے اول توحید ہے۔ عدالتِ باری تعالیٰ توحید کے ماتحت ہی آ جاتی ہے۔ رُکنِ دوم رسالت ہے اور رسالتِ محمدیہ کو خدا کا آخری پیغام گردانتا ہے جیسا کہ فرمایا ؎ پس خدا بر ما شریعت ختم کرد ۔ بر رسولِؐ ما رسالت ختم کرد رونق از ما محفلِ ایام را ۔ او رسل را ختم و ما اقوام را خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت داد ما را آخریں جامے کہ داشت لا نبی بعدی ز احسانِ خداست ۔ پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰؐ است ۔ امامت یا نیابت الٰہیہ کو اقبالؔ نے رسالت کے بعد درجہ دیا ہے۔ اور امامت ہی مسلمانوں کے دُکھ درد کا واحد علاج گردانا ہے۔ امام کی مرکزیت تو ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے ؎ نائبِ حق ہمچو جانِ عالم است ہستیٔ او ظلِ اسمِ اعظم است
از رموزِ جزو و کل آگہ بود ۔ در جہاں قائم بامر اللہ بود ۔ پختہ سازد فطرتِ ہر خام را ۔ از حرم بیروں کند اصنام را
ان تین اشعار کی اگر تشریح کی جائے تو کم از کم مکمل ایک کتاب درکار ہے۔ کم از کم ان سے یہ تو ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ قیامِ امامت جمہوریت کے ووٹوں کی یا شوریٰ کی محتاج نہیں۔ بلکہ امام قائم بامر اللہ ہے چونکہ امر اللہ ہے۔ لہٰذا جمہوریت رائے عامہ، شوریٰ، الیکشن، اجماع وغیرہ سب ختم ہو جاتے ہیں۔ اور امامت ہی کا دردِ ملت کا مداوا ہونا ان الفاظ سے ظاہر ہے ؎
ہنوز ایں چرخِ نیلی کج خرام است ہنوز ایں قافلہ دور از مقام است ز کارِ بے نظامِ او چہ گویم نمی دانی کہ اُمت بے امام است
چونکہ امام مرکزِ ملت ہے لہٰذا جب تک امام برسرِ اقتدار نہ آئے تمام امور میں بے نظمی ہی رہیگی۔ اقبالؔ امام کو ان الفاظ میں پکارتا ہے
اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا ۔ اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا ۔ رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو ۔ در سوادِ دیدہ ہا آباد شو
شورشِ اقوام را خاموش کن ۔ نغمۂ خود را بہشتِ گوش کن ۔ خیز و قانونِ اخوت ساز دہ ۔ جامِ صہبائے محبت باز دہ

له اگر ایسے اشعار کی ایک جھلک دیکھنا چاہتے ہیں تو "نوائے اقبال" مولفہ علامہ مرزا احمد علی صاحب قیمت ... ادارہ سے منگوا کر دیکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۰ (قرآن سورہ نسا)
اگر قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلافات وہ لوگ پاتے۔

عہد ناموں کے تعلیمات

نتیجۂ تحقیق
علامہ سید نذر حسن صاحب قبلہ گوپالپوری (بہاری)

ناشر
ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) - لاہور - پاکستان

فہرست

دیباچہ
باب پہلا :- وہ امور جن سے یہ قدیم و جدید عہد نامے غیر ربانی ثابت ہوتے ہیں۔
فصل ۱ - تاریخی دلائل
فصل ۲ - توریتی کتابوں میں ایسی مخالفتیں جو ان کے ربانی کتاب ہونے میں شک پیدا کر رہی ہیں۔
فصل ۳ - توریت و انجیل میں باہم مغایرت و مخالفت
فصل ۴ - خود انجیل کی کتابوں میں باہم مغایرت
باب دوسرا :- الوہیت سے متعلق تعلیمات
باب تیسرا :- نبیوں کے حالات سے متعلق تعلیمات
باب چوتھا :- توریت و انجیل کی پیشینگوئیاں بابت رسولؐ عربی

بسمہٖ سبحانہٗ

محترم ناظرین!

یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں جو بھی کتاب آئی چاہے وہ جس مذہب وملت کی ہو کل حق بجانب تھی کیونکہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے احکام لے کر آئی تھی۔ مگر قابل غور یہ امر ہے کہ وہ سب کی سب اپنے اصلی حال پر رہیں بھی یا نہیں؟ یوں تو یہ بحث طویل ہے جسے میں یہاں چھیڑنا نہیں چاہتا۔ تاہم اتنا ضرور مختصر اً کہونگا کہ عقلی معیار پر آپ ان کتابوں کو جانچیں کہ وہ جس طرح اتری تھیں ویسی ہی رہیں یا نہیں؟ اُن میں اخلاقی تعلیم کیسی ہے؟ اپنے خدا کی بابت ان میں کیا تعلیمات ہیں؟ اس کتاب کے تعلیمات میں تضاد ہے کہ نہیں؟ جس طرح اتری تھیں اُسی طرح ہیں کہ نہیں؟ ایسی متفرق باتیں بتائینگی، طرز کلام، قرائن، لفظوں کے اشارے، عبارتوں کے عنوانات، زمانہ کا تعین۔ وغیرہ۔ اخلاقی تعلیمات اگر بُرے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسی کتابیں خدائی کتابیں نہ ہونگی۔ الوہیت سے متعلق اچھے خیالات، یہ اس لئے ضروری ہیں جو کتاب اپنے خدا سے بُرے امور یا نامناسب صفتیں وابستہ کر سکتی ہے وہ دنیا میں رہبری کیا کر سکتی ہے اور وہ عامۃ الناس کو بُرائیوں سے کیا روک سکے گی۔ اس میں تضاد کا نہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ تضاد وباہمی مغایرت یہ خود ہی بے اصول ہونے کو بتاتی ہے ایسا شخص یا ایسی کتاب لوگوں کو بااصول کیسے بنا سکتی ہے۔

آپ جب عہد ناموں کو ان اصولوں پر پرکھینگے تو ان کی بے اعتباری صریحی معلوم ہو جائیگی لیکن یہ شبہ آپ کو ہو سکتا ہے کہ کوئی کتاب جو کسی وقت میں منزل من اللہ تھی اس میں یہ خرابیاں کیسے پیدا ہو سکتی ہیں؟ تو اس کے جواب میں مجھے یہ کہنا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو ایسی غلطیاں یا جان بوجھ کر زیادتیاں کر بیٹھتے ہیں۔ کوئی تو جان بوجھ کر اپنے اغراض نفسانی کے ماتحت کرتا ہے اور کوئی اپنے رہبروں کی بزرگی دکھانے کیلئے ایسی باتیں بڑھا یا گھٹا دیتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاف دل لوگ کبھی بوجہ کم علمی کے ایسا کر جاتے ہیں جو اپنے جانتے ہیں تو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں مگر کم علمی کے باعث وہ بات خلاف پڑتی ہے کیونکہ ان کو کوئی خاص خدائی کمک حاصل نہ تھی اور یہی باتیں ان عہد ناموں میں ہوئی ہیں نافہم دوستوں نے چونکہ بہت دنوں بعد ان کتابوں کو مرتب کیا اپنے اپنے نبیوں کی بزرگی دکھانے کو اپنے نبیوں سے ماقبل والے نبیوں میں اخلاقی کمزوریاں لکھ ڈالیں۔ اور ان کمزوریوں کو بھانے اور اپنے نبی کی عظمت دکھانے کے خیال سے ایسی باتیں لکھ دیں جنھوں نے الوہیت پر بھی دھبے ڈالدیئے۔ اور چونکہ یہ لوگ کوئی بڑی روحانیت یا عنداللہ کسی عظمت کے حامل نہ تھے۔ اس لئے اُن کے تحریرات میں تضاد بھی پیدا ہونا لازمی تھا +

ان ساری مذکورہ بالا خرابیوں کے بعد اب دنیا کو چونکہ پھر ایک رہبر اور ایک کتاب کی ضرورت تھی اور دنیا چونکہ تمدنی حیثیت سے عقلِ معاد و معاش میں مکمل ہو چکی تھی اس لئے کتاب بھی ایسی آنی ضروری تھی جو ہر حیثیت سے مکمل ہو اور پھر کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہو اور وہ قیامت تک کے سارے ہر طرح کے احکام ضروریہ کی حامل ہو رہبر ایسا جو ہر معیار پر کامل اترتا ہو، چنانچہ رسولؐ عربی رہبر اور قرآن پاک کتاب کی حیثیت میں ہمارے لئے یہی وجہ ہے کہ آپ نے تمام انبیائے سلف کی تائید کرتے ہوئے ان کے رہبر مانے جانے پر زور دیا۔ قرآن ایسا مکمل آیا جو لفظی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے قابلِ تحریف نہ رہا۔ تاکہ قیامت تک پھر کوئی تحریف و تبدیلی نہ کی جا سکے۔ اور یہی قرآن پاک کا اصلی معجزہ ہے۔ جسے خداوند عالم نے یوں ظاہر فرمایا ہے۔ نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی اب حفاظت کریں گے۔ اسی لئے ایک با اصول مسلمان قرآن کو منطوق اور مفہوم یعنی لفظ اور معنی دونوں حیثیت سے منجانب اللہ کہتا ہے جیسے بہتیری جگہوں پر اور بھی واضح کر دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے انا انزلناہ قرآناً عربیاً ہم نے اس قرآن کو عربی لفظوں میں نازل کیا مقصد یہ ہے کہ عربیاً سے اشارہ الفاظ عربیہ کی طرف ہے۔ اسلئے کہ معنی تو عام ہے وہ کسی زبان سے مخصوص نہیں ہوتا مثلاً وہ سیال چیز جس سے ہم لوگ اپنی پیاس بجھاتے ہیں جو ظاہر میں موجود ہے معنی ہے زبانوں کی تعیین سے اسے عربی میں ماء فارسی میں آب اردو میں پانی اور ہندی میں جل کہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں تحریف اب کسی حیثیت سے بھی ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب قیامت تک رہ سکتی ہے۔

اب آخر میں ہم ایک اور شبہ کو برطرف کر کے اصل کتاب کو شروع کر دیں وہ آخری شبہ یہ ہے کہ اگر یہ موجودہ کتابیں (عہد نامجات ... وغیرہ) وہ کتابیں نہیں ہیں تو پھر قرآن پاک میں ان کا تذکرہ کیوں آیا؟ اسلئے کہ وہ تو محرف ہو چکی تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر ضروری زمانوں میں انبیاء آئے تو ان کے پاس جو جو کتابیں بھیجی گئیں ان کا ذکر بھی لازم تھا، اب رہا یہ امر کہ وہ محرف ہو چکی تھیں تو محرف ہونے سے اُن پہلی اصلی کتابوں کے آنے سے کیا حرج ہے؟ وہ اصلی پہلی کتابیں بھی عہد رسولؐ تک جگہ جگہ مسیحیین و اسرائیلیین کے پاس تھیں۔ چنانچہ ان ہی پیشینگوئیوں کو دیکھکر عہد رسولؐ عربی کے مسیحیین اسلام کی طرف مائل ہوئے اور ہزاروں نے تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے اب اس وقت ہماری اور آپ کی جانچ ہے کہ ہم اور آپ ان عہد ناموں کی جانچ کرتے ہیں اور ان کے کہے پر عمل کہاں تک کرتے ہیں۔ تحریف کے معنی کوئی بزرگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ کل کتابیں ہی ابتداء سے انتہا تک کل برباد ہو چکی ہیں نہیں! ان میں اب بھی بہت کچھ سچائی موجود ہے۔ مگر اب وہ محتاج ہے اسکی کہ کسی غیر محرف کتاب جو اسکے بعد آئی یعنی قرآن پاک اس سے تطابق کر لیا جائے۔ والسلام

نذر حسن گوپالپوری (بہاری) فردوسی [illegible]

باب پہلا

وہ امور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قدیم وجدید عہدنامے غیر ربانی ہیں

فصل ۱:- وہ تاریخی باتیں جن سے ان عہدناموں کا دوسروں کی تحریر و تالیف ہونا معلوم ہوتا ہے

(۱) چونکہ توریت کی پہلی چار پانچ کتابوں کے اندر خود حضرت موسیٰ کی وفات اُن کا دفن کفن ان پر لوگوں کا رونا ... وغیرہ تحریر ہے اس لئے تاریخی حیثیت سے یہ کتابیں حضرت موسیٰ کے عہد کی نہیں معلوم ہوتیں اور نہ حضرت موسیٰ کی لکھائی ہوئی یا ان کی لکھی یا جو توریت ان کے حوالہ کی گئی تھی وہ معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا۔ نہ اس کی آنکھیں دھندلانے پائی تھیں اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی۔ بنی اسرائیل موسیٰ کیلئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے۔ پھر موسیٰ کے ماتم و رونے پیٹنے کے دن ختم ہوئے"۔ ..... (استثنا باب ۳۴ آیت ۵ سے آخر تک)

اوپر کے حوالہ میں موسیٰ کی موت دفن کفن کے علاوہ یہ بھی موجود ہے کہ آجتک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ نہ معلوم یہ آجتک کس زمانہ تک کی طرف اشارہ ہے۔ "کتاب یشوع" یعنی یوشع بن نون میں جو حضرت موسیٰ کے بعد ان کی جگہ پر نبی وقت تھے ولادت و وفات بلکہ جملہ حالات زندگی درج ہیں۔ یہ کتاب اور یہ حالات بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ توریت جو موسیٰ پر اُتری تھی۔ اب اس کے ساتھ اور بھی دوسری کتابیں ملحق کر دی گئی ہیں۔ طرہ یہ ہے کہ اس کتاب یشوع میں جو استثنا کے بعد ہے یشوع کی موت کے حالات کا ان میں ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب بھی کسی دوسرے ہی کی لکھی ہوئی ہے چنانچہ یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"اور ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ نون کا بیٹا یشوع خدا کا بندہ ایک سو دس برسوں کا ہو کر رحلت کر گیا ... اور ہارون کے بیٹے الیعزر نے رحلت کی اور انہوں نے اُسے اس کے بیٹے فینحاس کی پہاڑی

پر دفن کیا جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں اُسے دی گئی تھی" — (یشوع باب ۲۴ آیت تا آخر)

اسی طرح کتاب پیدائش سے استثنا تک اگر آپ کچھ توجہ سے پڑھینگے تو عبارتوں کے عنوانات، لفظوں کے اشارے اور قرائن یہ کل باتیں آپ کو بتا دینگی کہ یہ کل کتابیں غیروں ہی کی جمع کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ عبارتیں ملاحظہ ہوں:-

"اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ شریعت کی باتوں کو ایک کتاب میں لکھ چکا اور وہ ختم ہو گئیں تو موسیٰ نے لاویوں سے جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھایا کرتے تھے کہا ....." (استثناء باب ۳۱ - آیت ۲۴)

"سو موسیٰ نے سب اسرائیلیوں کو بلوا کر ان سے کہا۔ تم نے وہ سب کچھ جو خداوند نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ملک مصر میں فرعون اور اس کے خادموں اور سارے ملک کے ساتھ کیا دیکھا.." (ایضاً باب ۲۹ آیت ۲)

"پھر موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کے ساتھ ہو کر لوگوں سے کہا کہ ..... (ایضاً باب ۲۷ آیت ۱)

ایسے نمونے آپ کو کتاب پیدائش سے لیکر ساری توریت اور اس کی متعلقہ کتابوں کل میں ملینگی جن سے معلوم ہو گا کہ کوئی دوسرا شخص جو بعید العہد ہے ان کتابوں کو لکھ رہا ہے۔

(۲) اب دوسرا ثبوت کتاب یشوع بن نون کی عبارت سے ملاحظہ ہو جس میں یشوع کی خلافت یعنی موسیٰ کی جگہ جانشینی کا حال درج ہے اگر یشوع نے اس کتاب کو خود لکھا ہوتا تو یہ نیچے کی عبارت نہ ہوتی۔

"اور خداوند کے بندہ موسیٰ کی وفات کے بعد ایسا ہوا کہ خداوند نے اُن کے خادم نون کے بیٹے یشوع سے کہا کہ میرا بندہ موسیٰ مر گیا۔ سو اب تو اُٹھ اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے ..... (یشوع باب ۱ آیت ۱)

(۳) کتاب سموئیل میں خود ان کی پیدائش کا حال ملاحظہ ہو۔

"افرائیم کے کوہستانی ملک میں ایک شخص القانہ تھا .... اس کے دو بیویاں تھیں ایک حنہ دوسری فننہ .... القانہ نے اپنی بیوی حنہ سے مباشرت کی اور خداوند عالم نے اسے یاد کیا وہ حاملہ ہوئی اور اسکے بیٹا ہوا اور اس کا نام سموئیل رکھا ... (سموئیل ۱، باب ۱ آیت ۱۹)

(۴) اسی طرح جب آپ سلاطین کی کتاب اٹھا کر پڑھینگے تو اس میں سارے انبیا حضرت موسیٰ سے پہلے کے اور موسیٰ کے بعد والے۔ پھر بادشاہوں کا حال ان کے سلطنت کے حالات ان کی اولاد کے حالات تھوڑی تفصیل کے ساتھ درج پائینگے۔ ان تحریروں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بہت دنوں بعد کی لکھی ہوئی ہے جبھی تو اس میں داؤد، سلیمان، الیشع، یسعیاہ وغیرہ کے حالات درج ہیں۔ یسعیاہ کا زمانہ ۶۸۰ برس قبل مسیح کا ہے۔ یسعیاہ بادشاہ حزقیاہ کے زمانہ میں تھے (۲ سلاطین باب ۲۰ آیت ۱۹) حزقیاہ کا بیٹا منسی تھا۔ (سلاطین باب ۲ آیت ۲۱) منسی کا بیٹا امون تھا (ایضاً باب ۲۱ آیت ۱۸) اسی طرح امون کا بیٹا یوسیاہ .... وغیرہ

اس طرح گویا یہ کتاب بادشاہوں کے حالات کی کتاب کہی جا سکتی ہے۔ اور چونکہ معمولی علم و عقل والوں کی لکھی ہوئی ہیں اسلئے ان میں بہت کافی غلطیاں بھی ہوئی ہیں، علاوہ بریں کتاب پیدائش سے لیکر ساری توریت اور اس کی متعلقہ کتابیں بعید از اخلاق تعلیمات اور باہمی مغایرت و مخالفت سے بھری ہوئی ہیں کہ ناگفتہ ہیں انشاء اللہ آئندہ کے ابواب و دیکھنے کے بعد آپ حضرات کو خود ہی اندازہ ہو جائیگا۔

(۵) ہم اس قسم کے نمونے کہاں تک درج کریں اب آخر کلام میں ایک امر کو اور بھی واضح کر دینا نہایت ضروری جانتے ہیں وہ یہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "بات اصل یہ ہے کہ توریت اور اس کی متعلقہ کل کتابیں جو اپنی اصلی شکل میں تھیں وہ بیت المقدس جلنے کے پہلے تک بعینہ محفوظ تھیں جب بخت نصر نے بیت مقدس کو جلا کر مسمار کیا تو وہ سارے اصلی نسخے جل گئے مگر کچھ ہی دنوں کے بعد خداوند کی طرف سے حضرت عزرا (عزیر) اس منصب کیلئے منتخب ہوئے اور انہوں نے ساری توریت اور اس سے متعلقہ کتابوں کو اپنی یاد سے لکھوایا، اور چونکہ یہ مامور من اللہ تھے اسلئے جو کچھ بھی انھوں نے لکھایا ہوگا صحیح و درست ہوگا ..... وغیرہ وغیرہ۔ تو ہم اس قول کا یہ جواب دینگے کہ اولاً تو حضرت اس قسم کی تعلیمات اور وہ بھی انبیاء ماسلف سے متعلق لکھ یا لکھوا ہی نہیں سکتے تھے جسے کوئی معمولی عزت کا انسان بھی اپنی طرف منسوب نہیں کر سکتا جس کے کچھ نمونے آگے باب نبوت میں انشاء اللہ ابھی آتے ہیں، علاوہ بریں حضرت عزیر چونکہ مامور من اللہ تھے اسلئے ان کی لکھائی یا لکھی ہوئی کتابوں میں ایسی مغایرت و مخالفت ممکن ہی نہیں ہے جو موجودہ توریت اور اس سے متعلق کتابوں میں موجود ہے تیسری بات یہ کہ خداوند عالم کے اوصاف اس توریت اور اس کی متعلقہ کتابوں میں ایسے بیان ہوتے ہیں جو کسی معمولی موحد کی زبان سے نہیں نکل سکتے چہ جائیکہ کسی نبی وقت نے لکھائے ہوں۔ اور چوتھی بات جو ہر کس و ناکس سمجھ سکتا ہے وہ یہ کہ حضرت عزیر کا زمانہ ۴۵۸ قبل مسیح میں گذرا ہے سارے انبیاء بنی اسرائیل ان کے قبل گزر چکے تھے ان سے کچھ قبل حضرت یرمیاہ گزرے ہیں جنھوں نے عزیر کے آنے کی پیشینگوئی کی تھی تو اس موجودہ توریت میں حضرت عزرا (عزیر) کی کتاب کو ساری توریت کے آخر میں ہونا چاہئے تھا، مگر خلاف اسکے وہ موجودہ کتابوں (پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثنا، یشوع، قضاۃ، روت، سلاطین دو، سموئیل دو، اور دو تاریخ) کے بعد اور ۲۰ کتابوں سے پہلے ہے، دوسرا تماشا یہ ہے کہ خود حضرت عزرا کی کتاب میں یرمیاہ کی پیشینگوئی بابت عزرا درج ہے، اور انھیں یرمیا کی کتاب عزرا کی کتاب کے آٹھ کتاب کے بعد ہے حالانکہ حضرت یرمیاہ نے عزرا کے آنے کی پیشینگوئی کی تھی تو ان کی کتاب پہلے ہونی چاہئے تھی۔ عزرا کی کتاب کا باب آیۂ ملاحظہ ہو "شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے سال میں اسلئے کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کی زبانی آیا تھا پورا ہو

خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل اُبھارا (۔۔۔ کتاب عزرا باب ۱) حضرت عزیر ایسی غلطی ان کتابوں کی ترتیب میں ہرگز نہیں کر سکتے تھے تیسرا ثبوت یہ کہ اگر حضرت عزیر نے ان توریتی کتابوں کو مرتب کیا ہوتا یا لکھا ہوتا تو خود اس کی کتاب میں ان کا نسب نامہ بایں طور مذکور نہ ہوتا:۔

"ان باتوں کے بعد شاہ فارس اور ارتخششتا کے دور سلطنت میں عزرا ابن سرایاہ بن عزریاہ بن خلقیاہ بن سلوم بن فلاں ۔۔۔۔ یہی عزرا بابل سے گیا اور موسیٰ کی شریعت میں جسے خداوند اسرائیل کے خدا نے دیا تھا ماہر فقیہہ تھا اور چونکہ ۔۔۔۔ بادشاہ نے اس کی سب درخواستیں منظور کرلیں (عزرا باب ہفت")

مذکورہ بالا عبارت کے علاوہ یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو جو بتا رہی ہے کہ یہ کتاب عزرا خود حضرت عزرا کی لکھی یا لکھائی ہوئی نہیں ہے کیونکہ عبارت کا تیور یہی کہہ رہا ہے کہ کسی مابعد از عہد شخص نے لکھا ہے۔

"عزرا کاہن اور فقیہہ یعنی خداوند کے اسرائیل کو دئے ہوئے احکام اور آئین کی باتوں کے فقیہہ کو جو خط ارتخششتا بادشاہ نے عنایت کیا اس کی نقل یہ ہے۔ ارتخششتا بادشاہ کی طرف سے عزرا کاہن یعنی آسمان کے خدا کی شریعت کے فقیہہ کامل وغیرہ وغیرہ کو میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ اسرائیل کے جو لوگ ۔۔۔۔ (عزرا باب ۷)

اب ہم اس باب سے متعلق اور بہتیری باتوں کو نظر انداز کرکے اس بحث کو یہیں پر ختم کر رہے ہیں ورنہ اگر اسی باب سے متعلق تمام امور لکھے جائیں تو یہی باب ایک ضخیم رسالہ بن جائے۔

فصل ۲:۔ توریت کی کتابوں میں خود ایسی مخالفت جو ان کے منزل من اللہ ہونے میں شک پیدا کرتی ہے

ہم چند نمونے توریتی کتابوں کی باہمی مخالفت کے پیش کرکے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جو کتاب منزل من اللہ ہوتی ہے اس میں اتنی مغایرت اور مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ مامور من اللہ انسان ایسے مغایر احکام کے جاری کرنے یا لکھنے سے بری ہے بلکہ دو یا دو سے زائد تحریروں میں مخالفت یا تو بعید از عہد ہوجانے کی وجہ سے ہوتی ہے یا پہلے کی تحریر سے جب لاعلمی ہو اور وہ بھی معمولی لوگوں کے لئے ورنہ موید من اللہ ذوات کیلئے تو یہ کوئی صورت نہیں رہتی بلکہ وہ غلطیوں سے معصوم ہوتا ہے

(۱) حکم طلاق میں مخالفت:۔

طلاق کا حکم	طلاق کی ممانعت
اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے	اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں طلاق سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے تم اپنے نفس سے خبردار ہونا کہ بیوفائی نہ کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمہوریت اور امامت

از
شیخ غیاث الدین
(مدیر ادارۂ معارفِ اسلام)

ناشر
ادارۂ معارفِ اسلام۔ رجسٹرڈ۔لاہور (پاکستان)

مُقدّمہ

(از علامہ سید امداد حسینؒ کاظمی المشہدی۔ صدر ادارہ معارف اسلام)

شیخ غیاث الدین صاحب مدیر ادارہ معارف اسلام نے یہ مختصر رسالہ تحریر کر کے قوم کو ایک بہت بڑے الجھاؤ سے نکال دیا ہے۔ حیرت ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مذہب اسلام کی رو سے دین الگ ہے اور سیاسیات الگ۔ یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس نے اسلام کی اصلی صورت کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ الحاد۔ زندقہ اور بے دینی عام ہو چکے ہیں۔ اور لوگ اسلام سے اِتنے ہی دور جا پڑے ہیں۔ ھل فیکم رجل رشید کا۔ کاش کوئی اِن سے یہ دریافت کرے۔ کہ اسلام کوئی کوڈ یا ضابطہ رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر رکھتا ہے تو وہ مکمل ہے یا نامکمل؟ اس کا جواب یہی ہوگا کہ ہاں۔ بے شک اسلام ایک مکمل کوڈ رکھتا ہے جس کا نام "قرآن" ہے۔ اور یہی وہ ضابطہ ہے جس میں قیامت تک بلکہ اُس کے بعد کیلئے بھی احکام موجود ہیں۔ جو ہماری رہنمائی کیلئے کافی وافی عافی شافی ہیں۔ پس یہ حضرات اگر اسی قرآن مجید کو اُٹھا کر دیکھیں۔ تو اُنہیں معلوم ہو جائے کہ اس میں جہاں نماز روزہ حج زکوٰۃ کے احکام مندرج ہیں جنہیں عوام الناس محض دین سمجھ رہے ہیں۔ وہاں جہاد۔ حدود و تعزیرات۔ نظام حکومت۔ نظام عدلیہ اور نظام معیشت کے احکام بھی موجود ہیں۔ احادیث کی کسی کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ کسی امام کی فقہ کی کوئی کتاب دیکھ لیجئے۔ ہر ایک کتاب میں آپ دین اور سیاست کو ملا جُلا پائینگے۔ ہر موضوع کیلئے الگ الگ باب الگ الگ احکام درج ہونگے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نہ قرآن مکمل کہلا سکتا تھا۔ اور نہ ہی دین اسلام کامل ہونے کا مدعی ہو سکتا تھا۔ یہودیوں نے یہی کیا تھا جس پر قرآن نے ڈانٹ بتلائی۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (پ البقرہ) ہم نے بھی قرآن مجید کے چند ایک احکام کو اختیار کر رکھا ہے جنہیں دین کا نام دے دیا ہے۔ اور دوسرے تمام احکام کو گلدستۂ طاق نسیاں بنا دیا ہے۔ اور دعویٰ ہمارا یہ ہے کہ ہمارا قرآن مکمل ہے۔ پھر ہم میں اور یہودیوں میں کیا فرق رہا؟

افسوس ہے کہ لوگوں نے نہ دین سمجھا نہ شریعت۔ حالانکہ یہ دونوں اپنے اندر الگ الگ مطالب و مفاہیم لئے ہوئے ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ موضوع کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے

شرع لکم من الدین ما وصّیٰ بہ نوحاً و	ترجمہ۔ شریعت قرار دی تمہارے لئے دین میں سے

للذی اوحینا الیک وما وصینا بہٖ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (پ۲۵ الشوریٰ)

وہی جس کی وصیت کی تھی نوحؑ کو اور جو اے پیغمبرؐ تجھ کو وحی کی۔ اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو وصیت کی تھی یہ کہ دین قائم کرو اور تفرق نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین اور ہے اور شریعت اور ہے۔ ذرا الفاظ قرآن پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہے "شرع لکم من الدین" دین ہی سے شریعت قرار دی گئی۔ بالفاظ دیگر دین مرکز اور منبع ہے جس میں سے شریعت نکالی گئی۔ اسی نظام شریعت کو رائج کرنے کا نام سیاست ہے پس ثابت ہوا کہ دین کل ہے اور سیاست جزو ہے بجمل دین سیاست میں شامل نہیں مگر مکمل سیاست دین میں شامل ہے۔ دین کا سیاست کے ماتحت ہونا ضروری نہیں۔ مگر سیاست کا دین کے ماتحت ہونا ضروری ہے۔ ایسی سیاست ہی کو اسلامی سیاست یا حقیقی سیاست کہینگے۔ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

دین اسلام میں سیاست کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں انتظام احکام شریعت ہو سکے۔ اگر کوئی شخص خلاف دین کچھ کرنے کی جرأت کرے تو اُسے قرار واقعی سزا دی جا سکے تاکہ وہ ایسی حرکات سے باز آجائے اور دوسرے کو عبرت حاصل ہو یہی وجہ ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو امور دین کی تبلیغ فرماتے تھے وہاں حاکم شرع کی حیثیت سے تعزیرات اور حدود بھی جاری فرماتے تھے۔

اس مطلب کو ایک دوسرے طریق سے واضح کرتا ہوں۔ حکما قائل ہیں کہ علتیں چار ہیں (۱) علتِ مادی (۲) علتِ فاعلی (۳) علتِ صوری (۴) علتِ غائی۔ مثلاً ایک میز بنانا مقصود ہے۔ تو اس کے لئے لکڑی کی ضرورت ہے۔ یہ علتِ مادی ہے۔ ایک بنانے والا مستری بھی چاہئے۔ یہ علتِ فاعلی ہے۔ اس مستری کے ذہن میں اس میز کی شکل کا تصور ضروری ہے اسے علتِ صوری کہتے ہیں۔ اور اس کے بعد میز تیار ہوتی ہے جو علتِ غائی کہلاتی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان چار علتوں کے علاوہ ایک پانچویں علت بھی ضروری ہے۔ جسے علتِ مبقیہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا یعنی اگر میز بن کر تیار ہو جائے۔ تو اس کی حفاظت بھی ضروری ہے اگر دیمک۔ بارش۔ دھوپ۔ آگ وغیرہ سے اس کی حفاظت نہ کی جائیگی۔ تو جلدی تباہ ہو کر فنا ہو جائیگی اس لئے اس کی نگہداشت لازمی ہوگی۔ اسی نگہداشت کا نام علتِ مبقیہ ہے۔

بلاشبہ اسلام میں دین کے احکام کے اجرا اور قیام کیلئے سیاست لازمی ہے۔ اگر سیاست نہ ہوگی تو اقامہ دین نہ ہو سکیگا۔ مثلاً ایک شخص چوری۔ زنا۔ لواطت۔ شراب خوری وغیرہ سے تبھی باز رہ سکیگا جبکہ اسے اسلامی تعزیرات اور حدود کا خوف ہوگا اور اسی چیز کا نام سیاست ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس جگہ اسلامی حکومت قائم نہیں یا مسلمانوں کی جو حکومت اسلامی اصولوں یا حقیقی سیاست

کے مطابق عمل پیرا نہیں۔ وہاں کے عوام دین اسلام سے خارج سمجھے جائیں یا وہاں پر دین اسلام کا وجود ختم سمجھا جائے۔ نہیں۔ بلکہ ایسے ماحول میں احکام دین پر عمل کرنے والے مسلمان زیادہ درجات کے مستحق ہیں کہ باوجود غیر مسلم یا غیر اسلامی حکومت کی ماتحتی کے وہ شریعت اسلامیہ پر گامزن ہیں۔ دین اسلام کا دائرہ وسیع ہے۔ وہ لوگ اس دائرے سے باہر نہیں، اگرچہ سیاست حقیقی کو بروئے کار لانے کا موقع انہیں میسر نہیں۔

احکام دین کے اجرا کیلئے ایک جمہوری حکومت کا قائم کرنا اور اسے عین منشائے خدا کے مطابق قرار دینا بھی غیر اسلامی تخیل ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ صفات معنوی میں ناقص کا مجموعہ ہمیشہ ناقص ہی ہوا کرتا ہے۔ ہزار ناقص مل کر بھی ایک کامل نہیں بن سکتا۔ اگر ایک ہزار انٹرنس پاس افراد کا علم جمع کیا جائے تو ایک گریجوایٹ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ایک گریجوایٹ ہزار انٹرنس پاس کو یکساں حیثیت سے تعلیم دے سکیگا۔ ہزار اندھے مل کر ایک کانا اور ہزار کانے مل کر ایک سوجاکھا (بینا) نہیں بن سکتے۔ اس مضمون کو پاکستان کے مایہ ناز شاعر اقبال مرحوم نے اس ایک شعر میں بیان فرما دیا تھا ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو ۔۔۔ کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

جمہوریت اکثریت کا دوسرا نام ہے۔ اسلام نے اکثریت کو کبھی نہیں سراہا۔ قرآن مجید میں جا بجا اکثریت کی مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہوں آیات ذیل:-

(۱) وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین (پ۱۳ یوسف) اے رسولؐ اگر تو خواہش بھی کرے تو بھی اکثر لوگ مومن نہیں ہونگے۔

(۲) ولقد ضل قبلھم اکثر الاولین (پ۲۳ صافات) اولین میں سے اکثر لوگ گمراہ ہوگئے۔

(۳) واکثر الذی ھم فیہ یختلفون (پ۲۰ نمل) ان میں سے اکثر لوگ اختلاف رکھتے ہیں۔

(۴) وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ (پ۸ انعام) اے رسولؐ اگر تو زمین میں بسنے والوں میں سے اکثریت کا اتباع کریگا تو خدا کے راستے سے گمراہ ہو جائیگا۔

(۵) ولکن اکثر الناس لا یعلمون (پ۹ اعراف) اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۶) ولکن اکثر الناس لا یومنون (پ۱۲ ہود) اور اکثر لوگ بے ایمان ہیں۔

(۷) ولکن اکثر الناس لا یشکرون (پ۱۲ یوسف) اور اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

(۸) وان اکثرکم فاسقون (پ۶ مائدہ) اور تم میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔

(۹) وما یتبع اکثرھم الا ظنا (پ۱۱ یونس) اور اکثر لوگ صرف گمان کا ہی اتباع کرتے ہیں۔

(۱۰) وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون (پ۱۳ یوسف) ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ مگر یہ کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ (یعنی ایمانداروں میں اکثریت مشرکوں کی ہے)

(۱۱) بل اکثرھم لا یعلمون (پ۲۰ نمل) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۱۲) وما کان اکثرھم مومنین (پ۱۹ شعرا) اکثر لوگ بے ایمان ہیں۔

(۱۳) بل اکثرھم لا یعقلون (پ۲۱ عنکبوت) اکثر لوگ بے عقل ہیں۔

(۱۴) بل اکثرھم لا یومنون (پ۱ بقر) اکثر لوگ بے ایمان ہیں۔

(۱۵) کان اکثرھم مشرکین (پ۲۱ روم) اکثر لوگ مشرک ہیں۔

(۱۶) فاعرض اکثرھم (پ۲۴ حم) اکثریت سے ہمیشہ منہ پھیر لیا کرو۔

(۱۷) اکثرھم لا یعقلون (پ۲۶ حجرات) اکثریت بے عقلوں کی ہے۔

(۱۸) ولکن اکثرھم لا یعلمون (پ۷ انعام) اکثریت بے علموں کی ہے۔

(۱۹) ولا تجد اکثرھم شاکرین (پ۸ اعراف) تو ان میں اکثریت کو ناشکرا پائیگا۔

(۲۰) ولکن اکثرھم یجھلون (پ۸ انعام) ان میں سے اکثریت جاہلوں کی ہے۔

(۲۱) وان وجدنا اکثرھم لفاسقین (پ۹ اعراف) میں نے ان میں اکثروں کو فاسق پایا۔

(۲۲) ولکن اکثرھم لا یشکرون (پ۱۱ یونس) ان میں اکثر ناشکرے ہیں۔

(۲۳) ولکن اکثرھم للحق کارھون (پ۲۵ زخرف) ان لوگوں کی اکثریت حق سے نفرت کرتی ہے۔

(۲۴) وما وجدنا لاکثرھم من عھد (پ۹ اعراف) ہم نے اکثریت کو عہد کا پابند نہ پایا۔

(۲۵) واکثرھم الفاسقون (پ۴ آل عمران) اکثر لوگ فاسق ہیں۔

(۲۶) واکثرھم لا یعقلون (پ۷ مائدہ) اکثر لوگ بے عقل ہیں

(۲۷) واکثرھم الکافرون (پ۱۴ النحل) اکثر لوگ کافر ہیں۔

(۲۸) واکثرھم للحق کارھون (پ۱۸ مومنون) اور اکثر لوگ حق سے نفرت کرتے ہیں۔

(۲۹) واکثرھم کاذبون (پ۱۹ شعراء) اور اکثر لوگ کاذب ہیں۔

(۳۰) لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث (پ۷ مائدہ) خبیث اور پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ اے رسولؐ تمہیں خبیثوں کی اکثریت تعجب میں ڈالے۔

(۳۱) ثم عموا وصموا کثیر (پ۶ مائدہ) پھر اکثر اندھے اور بہرے ہو گئے۔

(۳۲) وفضلناھم علی کثیر (پ۱۵ بنی اسرائیل) اور ہم نے انہیں اکثریت پر فضیلت دی۔

(۳۳) وکثیر منہم ساء ما یعملون (پ۶ مائدہ) ان میں سے اکثریت بدعملوں کی ہے۔

(۳۴) وکثیر حق علیہ العذاب (پ۱۷ حج) اکثریت پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔

(۳۵) لاخیر فی کثیر من نجواہم (پ۵ نساء) اکثریت کے مشورے میں نیکی نہیں ہے۔

(۳۶) لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم (پ۲۶ حجرات) اگر رسولؐ تم میں سے اکثریت کی باتوں کو مانے تو تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

(۳۷) وقد اضلوا کثیرا (پ۲۹ نوح) اکثریت گمراہ ہو گئی۔

(۳۸) رب انہن اضللن کثیرا من الناس (پ۱۳ ابراہیم) اے اللہ تعالیٰ انہوں نے لوگوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا۔

(۳۹) واضلوا کثیرا (پ۶ مائدہ) انہوں نے اکثریت کو گمراہ کیا۔

(۴۰) بصدہم عن سبیل اللہ کثیرا (پ۶ نساء) اور ان کا اکثریت کو راہ حق سے روک دینا

(۴۱) ولو اراکہم کثیرا لفشلتم (پ۱۰ انفال) اگر تمہیں ان کفار کی اکثریت دکھلائی جاتی تو تم بزدل ہو جاتے۔

(۴۲) ان کثیرا منہم بعد ذلک فی الارض لمسرفون (پ۶ مائدہ) ان میں کی اکثریت زمین میں اسراف کرنے والی ہے۔

(۴۳) ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ (پ۱۰ توبہ) علماء اور درویش لوگوں کی اکثریت لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں۔ اور ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

(۴۴) وان کثیرا من الناس بلقائی ربہم لکفرون (پ۲۱ روم) لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی حضوری سے منکر ہے۔

(۴۵) وان کثیرا من الناس عن آیاتنا لغافلون (پ۱۱ یونس) اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں

(۴۶) ان کثیرا من الخلطاء لیبغی بعضہم علی بعض (پ۲۳ ص) شریکوں کی اکثریت ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتی ہے۔

(۴۷) ان کثیرا من الناس لفاسقون (پ۶ مائدہ) لوگوں کی اکثریت فاسق ہے۔

(۴۸) وکثیر منہم فاسقون (پ۲۷ حدید) ان میں کی اکثریت فاسق ہے۔

(۴۹) ولکن کثیرا منہم فاسقون (پ۶ مائدہ) ولیکن ان کی اکثریت فاسق ہے

(۵۰) کثیراً منھم یتولون الذین کفروا (پ۶ مائدہ) ان میں کی اکثریت کافروں کی دوست ہے

(۵۱) وتریٰ کثیراً منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت ۔ لبئس ما کانوا یعملون (پ۶ مائدہ) اور اے رسولؐ تم دیکھو گے کہ ان کی اکثریت گناہ ۔ زیادتی ۔ سود خوری کی طرف دوڑتی ہے ۔ ان کے عمل بہت برے ہیں ۔

(۵۲) ولقد اضل منکم جبلاً کثیرا (پ۲۳ یٰسین) اور شیطان نے تم میں سے اکثروں کو گمراہ کر دیا

(۵۳) ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس (پ۹ اعراف) اور ہم نے جنوں اور انسانوں کی اکثریت کو جہنم کے لئے بنایا ہے ۔

یہ صرف ترپنؔ آیات مشتے نمونہ از خروارے درج کر دی ہیں ۔ ورنہ قرآن مجید میں اور بیشمار آیات اسی مفہوم ومضمون کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر اکثریت کی مذمت کی ہے ۔ چنانچہ آیات بالا سے ظاہر ہے کہ اکثریت بے ایمان ۔ گمراہ ۔ بے علم ۔ جاہل ۔ ناشکرے ۔ شیطان کے پیروکار ۔ فاسق ۔ مشرک ۔ بے عقل ۔ بدعہد ۔ کافر ۔ حق سے نفرت کرنے والے ۔ کاذب ۔ خبیث ۔ بداعمال ۔ دوزخی ۔ معذب ۔ اسراف کرنے والے ۔ علماء سوء ۔ خدا کی یاد سے غافل ۔ خدا کی حضوری کے منکر ۔ زیادتی کرنے والے ۔ کافروں کے دوست ۔ گناہگار ۔ سود خور اور جہنمی لوگوں کی ہے ۔ آیت ۱۲ بتاتی ہے کہ رسولؐ کو حکم ہے کہ اکثریت سے منہ پھیر لیا کرو ۔ ۲۴ سے واضح ہے کہ اگر رسول اکثریت کی رائے پر چلے تو گمراہ ہو جائیگا ۴۳ سے ثابت ہے کہ علماء کی اکثریت باطل خور ہے ۔ یہ ہے وہ اکثریت جو جمہوریت کہلاتی ہے ۔

ذرا اور سنیئے ۔ شیطان جب راندۂ درگاہِ الٰہی ہوگیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو کہا ۔ قال ارءیتک ھذا الذی کرمت علیّ لئن اخرتن الی یوم القیامة لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا ۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل) بھلا دیکھ لو یہی وہ ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ۔ اگر تم نے مجھے قیامت تک کیلئے مہلت دی تو میں اس کی اولاد کی بیخ کنی کر دونگا ۔ سوائے قلیل لوگوں کے ۔

اس آیہ مجیدہ سے واضح ہے کہ شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی دھمکی دی تھی لیکن یہ بھی اقرار کر لیا تھا کہ قلیل تعداد اس کی گمراہی سے بچ جائیگی ۔ شیطان نے اپنا وعدہ سچا کر کے دکھلا دیا — اکثریت کو تو اس نے گمراہ کر دیا صرف قلیل ہی اس کی گمراہی سے بچے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین (پ۲۲ السبا) اور البتہ ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا پس اکثریت نے اس کی تابعداری کر لی سوائے مومنوں میں ایک فریق کے

پس چند مومنین جو قلیل تھے شیطان کے اغوا سے بچے۔ باقی سب اُس کے بہکانے میں آ گئے اور یہ قلیل کون تھے؟ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان (پ۱۵ بنی اسرائیل) میرے صرف خالص بندے ہونگے جن پر تیرا (اے شیطان) غلبہ نہ ہو گا۔

اور قلت کی خدا نے ہمیشہ تعریف کی ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل :-

(۱) قلیل من عبادی الشکور (پ۲۲ سبا) میرے بندوں میں سے شکر گذار تھوڑے ہی ہیں۔

(۲) قلیلاً ما تشکرون (پ۸ اعراف) اور تم میں سے میرے شکر گزار تھوڑے ہی ہیں۔

(۳) قلیلاً ما تذکرون (پ۱۹ نمل) تھوڑے ہی ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں۔

(۴) قلیلاً ما تتذکرون (پ۲۴ مومن) تم میں تھوڑے ہی ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں۔

(۵) قلیلاً ما تومنون (پ۲۹ حاقہ) تم میں سے بہت تھوڑے ایماندار ہیں۔

(۶) ثم تولیتم الا قلیلاً منکم (پ۱ بقر) تم سب بھاگ گئے سوائے تھوڑوں کے۔

(۷) تولوا الا قلیلاً منھم (پ۲ بقر) وہ سب بھاگ گئے سوائے تھوڑوں کے۔

(۸) فشربوا منہ الا قلیلا (پ۲ بقر) ممنوعہ پانی سب نے پی لیا سوائے تھوڑوں کے۔

(۹) فلا یومنون الا قلیلا (پ۵ نساء) بہت تھوڑے ایماندار ہیں۔

(۱۰) ولا یذکرون اللہ الا قلیلا (پ۵ نساء) بہت تھوڑے ہیں جو خدا کی یاد کرتے ہیں۔

(۱۱) لاتبعتم الشیطان الا قلیلا (پ۵ نساء) تم میں سے سب نے شیطان کی پیروی کی سوائے تھوڑوں کے۔

(۱۲) ولا تزال تطلع علی خائنۃٍ منھم الا قلیلا (پ۶ مائدہ) ان میں سے تھوڑے ہیں۔ جو خیانت نہیں کرتے۔

(۱۳) فقلیلاً ما یومنون (پ۱ بقر) ایمان لانے والے تھوڑے ہی ہیں۔

(۱۴) کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللہ (پ۲ بقر) اللہ تعالیٰ کے حکم سے قلیل گروہ اکثریت والے گروہ پر غالب آ جاتے ہیں۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نہایت تھوڑے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شکر گزار۔ ایماندار۔ ذکر خدا کرنے والے۔ میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والے۔ اللہ کا حکم ماننے والے شیطان کے اغواء سے بچنے والے۔ خیانت نہ کرنیوالے ہیں بس اکثریت کا مذہب۔ اکثریت کا فیصلہ کبھی بھی منشاء ایزدی کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اسلئے جمہوریت کو عین منشاء الٰہی کے مطابق کہنا بالکل غلط ہے۔

ترجمہ

نہج البلاغہ

اس عظیم الشان کتاب کے کئی اردو ترجمے اور شرحیں معرض تحریر میں آئیں اور اس کے انمول موتیوں کو اردو کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی مگر اصل کی خصوصیات ترجموں میں نہ آسکیں اور اربابِ ذوق کی تشنگی بڑھتی ہی گئی۔ الحمدللہ کہ علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ نے اس طرف توجہ فرمائی اور شارحانہ حواشی کے ساتھ اس کا ایک واضح و سلیس ترجمہ فرمایا جو صحت، سلاست اور حل نکات و تشریح مطالب کے لحاظ سے تمام تراجم و شروح میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کتاب میں واقعات کا تجزیہ، اعتراضات کا حل، تاریخی پس منظر اور دورِ امیر المومنین کے تاریخی انقلابات و نتائج غرض کہ وہ تمام حقائق جو نہج البلاغہ کے سمجھنے میں ضروری ہیں، شرح و بسط سے درج ہیں۔

اس کتاب کا مقدمہ حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ دام ظلہ نے تحریر فرمایا ہے۔ جو ان کی تحقیقی و تدقیقی کاوشوں کا نتیجہ اور علمی دنیا میں بیش بہا اضافہ ہے۔

اہل علم اور نہج البلاغہ کے حقائق پرور و ایمان افروز مطالب سے ذوق و شوق رکھنے والے حضرات ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں:-

قیمت ہر سہ حصص (مجلد): پچیس روپے

ادارہ علمیہ (پاکستان) فلیمنگ روڈ لاہور